قصص العرب

مصنفہ

منشی ہادی حسین صاحب ہادی بنارسی

جسمین عرب کی معتبر و مستند تواریخ سے مفید و نتایج خیز واقعات اور اہل عرب کی عادات۔ اُنکا علم و حلم۔ ادب و اخلاق۔ تہذیب و شایستگی آزادی و بیباکی۔ جود و سخا۔ قناعت و سیرچشمی اور انسانی ہمدردی وغیرہ کے تذکرہ درج ہین

جسکو بابو پیاریلال بھارگو مینجر سلیمانی پریس محلہ گانگھاٹ شہر بنارس نے

سلیمانی پریس بنارس مین چھپواکر شایع کیا

پرنٹر منشی شمس الدین

بار اول ایک ہزار جلد

جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

قیمت فی جلد عہ

التماس

آج ہم افسانۂ حیرت فزا لکھنے کو ہین
لکھ چکے پہلے جو کچھ اُس سے سوا لکھنے کو ہین

جن اصحاب نے ہماری تصانیف وتالیفات اور ترجمون کا اسٹاک یا ذخیرہ جوکہ ڈاکٹر گنیش پرشاد صاحب بھارگو مالک کارخانہ نمک سلیمانی بنارس کی فیاضی اور بے تعصبی کی بدولت شائع ہو چکا ہے ملاحظہ فرمایا ہے اُنسے یہ امر پوشیدہ نہین ہے کہ ہم نے عرب کی معتبر و مستند تواریخ سے اکثر مفید وبکار آمد نتائج خیز واقعات نقل کر کے ترجمہ کے ذریعہ سے قوم و ملک مین شایع کئے ہین۔ اور چونکہ پبلک یا عوام نے

اُنکو خاطر خواہ پسند کیا اُنکی قدر کی اور ہاتھون ہاتھ لیا اسلئے یہ چند واقعات تاریخی نصایح خیز پھر بدین غرض ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہین کہ تعلیم اسلام کے باعث ہمارے اسلاف و بزرگوار اور آبا و اجداد کیسے تھے؟ اُنکی عادات و اطوار۔ اُنکا علم و حلم۔ ادب۔ اخلاق تہذیب و شایستگی۔ آزادی و بیباکی۔ راستی و راست پسندی۔ جود و سخا داد و دہش قناعت و سیر چشمی۔ اور انسانی ہمدردی وغیرہ کی کیا حالت تھی؟ اور ہم یہ بھی دکھلائینگے کہ اُنکی بشریت کی بُرائی مین بھی بھلائی کا جوہر نمایان تھا۔

ہمارا خیال ہے کہ زمانہ گذشتہ کے مشہور و معروف اور نامور اشخاص کے حالات اور اُنکے کارنامون کے پڑہنے پڑھانے سے موجودہ نسلین جنھون نے ابھی گویا زندگی کے چوکھٹ پر قدم رکھا ہے بہت کچھ فائدے اور نصیحتین حاصل کرسکتی ہین اور ممکن ہے کہ اُنکے دلون مین یہ ولولہ اور جوش پیدا ہو کہ ہماری رگون مین بھی وہی خون موجزن ہے جو ہمارے مشہور و نامور اور مفخر و ممتاز اسلاف و بزرگوار اور آبا و اجداد کی شان و جبروت اور عظمت کا باعث تھا۔

مگر حضرات! جب ہم اپنی قدیم قومی و ملکی تواریخون مین اپنے اسلاف و

بزرگوار کی خصائل وعادات کو دیکھتے ہین اور اپنی موجودہ حالت سے
مقابلہ کرتے ہین تو نہایت ہی حیرت اور انتہا کا استعجاب ہوتا ہے کہ یہ
ہم کیسی اُنکی اولاد اور یادگار ونام لیوا ہین کہ آج ہم مین اُنکی سی کوئی
بھی بات نہین پائی جاتی؟ ہم لوگ جس کُل کے جزو جس بحر کے قطرہ۔
جس معدن کے گوہر۔ اور جس گلستان کے پھُول ہین محض برائے نام
ہی نام ہین۔ ہم مین اُنکی کچھ بھی خوبو نہین ہے۔ بلکہ ہم "برباد کنندۂ نیکو
نامے چند" کی مصداق ہین۔ اور سچ پوچھئے تو ہمین بدین حالت اپنے
مفخر ونامور اسلاف و بزرگوار کی اہانت و سبکی کے باعث ہین۔
زیادہ سے زیادہ آج سات سو برس کا زمانہ ہمکو اپنا آبائی ملک چھوڑے
ہوا اِس اثنا مین یہان کی بود وباش یا سکونت اور آب وہوا نے ہمکو
ایسا بنا دیا کہ ہم اپنون سے کچھ بھی میل نہین کھاتے۔ بالکل ہی غیر واجنب
معلوم ہوتے ہین ؎

مثل اغیار ہم ہوئے۔ اللہ!
یہ زمانے کا انقلاب ہوا

خیر جنکی حالت معمولی وادنےٰ ہے اگر اُنکو زمانے نے خراب وخستہ

کرکے اُنسے مغائرت کی صورت پیدا کردی تو چنداں محل استعجاب وحیرت نہین۔ مگر جو یہان ذیمقدرت واہل دول ہین اُن مین جو اپنے اسلاف وبزرگوار کی خو بو نہ پائی جائے تو کمال ہی حیف وتاسف کا مقام ہے۔ لہذا یہ چند مختصر واقعاتِ اسلامی محض اِس غرض سے لکھے جاتے ہین کہ ہمارے اُمرا وغربا مسلمان بھائی اپنی موجودہ حالت سے مقابلہ کرکے خود کو ایک مناسب حد تک اپنے اسلاف وبزرگوار اور آبا واجداد کا مقلد وپیرو بنائینگے اور اُنکی تتبع سے افادۂ دنیوی اور انتفاع دینی حاصل کرینگے واللہ الموفق والھادی الی المقاصد والمبادی!

ملتمسہ

محمد ہادی حسین۔ ہادی

راست پسندی

اسلام کی تاریخ قرن اولی مین ایسے واقعات بہت ملینگے کہ مسلمان راست گو اور راست پسند تھے چنانچہ ایک دن جناب عمر فاروق نے ایک بوڑھے مسلمان کو جوکہ اپنے مکان مین شغل شراب خواری ونغمہ سنجی مین مصروف تھا جاکر گرفتار کیا اور اسکو بہت کچہ نفرین وسرزنش کی اور فرمایا کہ تو بوڑہا ہوا اور مرنے کے قریب آیا مگر افسوس ہے کہ تو نے ابتک خلاف شرع باتون سے توبہ واجتناب نہین کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ یا حضرت! آپ کی یہ حرکت تو مجھسے بھی سوا قابل حیف وتاسف ہے۔ آپ نے استفسار فرمایا کیا؟ اس نے عرض کی کہ آپنے جو یہ تجسُّس وجستجو کی۔ خدا اسکو منع فرماتا ہے۔ دوئم‌ش آپ میرے گھر مین بلا میرے اذن تشریف لائے۔ اسکی بھی اللہ تعالی ممانعت فرماتا ہے آپ نے فرمایا کہ تو صحیح کہتا ہے۔ لکھا ہے کہ آپ اُسکے مکان کے اندر سے کمال تاسف وندامت کیساتھ یہ کہتے ہوئے نکل آئے :۔ عمر کی مان اُسکو روئیو اگر خدا اُسکا یہ قصور معاف نکرے!

حضرات! یہ راست پسندی ودینداری اور خوف خدا کے معنی ہین۔ بھلا آج ہندوستان کے ہم مسلمانون مین اسکی کہین نظیر مل سکتی ہے؟

استغفر اللہ! ہم لوگ تو صرف نام کے مسلمان ہین۔ کام کے نہین۔

دوسری مثال راست پسندی کی

یہ ہے کہ ابو عمر نے ہمدان کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ:۔ ایکدن معاویہؓ نے ضرار السدی کو حکم دیا کہ اِسوقت حضرت علی کے فضائل و اوصاف تو بیان کرو۔

اُس نے حضور کے عدل و انصاف۔ علم و حلم۔ طاعت و عبادت ترویج دین مین مشقّت۔ محنت و قناعت۔ فقر و فاقہ مین سخاوت۔ غربا و مساکین پر شفقت۔ اور اقویا و ضعفا کے ساتھ یکسان سلوک و برتاؤ وغیرہ سیکڑون چشم دید باتون کا ذکر کیا

لکھا ہے کہ حضرت علی کے فضائل و خصائل سے معاویہ پر سخت رقت طاری ہوئی جب رو چکے تو کہنے لگے کہ ابو الحسن (علی) پر خدا کی رحمت ہو جیو! واللہ بیشک وہ ایسے ہی تھے۔

ناظرین! یہ تو ظاہر ہے کہ معاویہ اور علی مین انتہا کا اَن بن تھا مگر راست پسندی کے یہ معنی ہین کہ اُسوقت کے مسلمانون کو مخالفت و مخاصمت بھی حق پسندی سے باز نہین رکھتی تھی۔ ایک ہم آجکل کے مسلمان ہین کہ اگر ذرا سا

بھی کسی سے اختلاف یا اَن بن ہو تو اُسکی تمام بھلائیوں کو بُرائیوں سے
تاویل کرنے مین کوئی کسر نہین لگا رکھتے۔ افسوس صد افسوس۔

ظالم بھی حق پسند تھے

یہ روایت ایک لسان عرب سے منقول ہے کہ ایک دن حجّاج کسی طرح
اپنے ساتھ کے سپاہیون سے جدا ہو گیا کہ راستے مین ایک دیہاتی عرب سے
ملاقات ہوئی۔ ناواقفانہ صاحب سلامت کے بعد حجاج نے اُس عرب سے
پوچھا کہ تمھارا حجّاج کی نسبت کیسا خیال ہے؟ اُس عرب نے بلا تامّل جواب
دیا کہ وہ تو بڑا ظالم اور تلون طبع آدمی ہے۔ حجّاج نے کہا کہ تم نے اُسکے
بادشاہ عبدالملک بن مروان سے اُسکی شکایت کیون نہ کی؟ وہ اُسکا
تدارک اور تم لوگون کی رفع شکایات کا انتظام کرتا۔ اُس نے جواب دیا
کہ خدا کی مار وہ تو اُس سے بھی زیادہ ظلم شعار و متلون طبع ہے خدا ان
دونون کو غارت کرے۔ اِس اثنا مین حجّاج کے سپاہی بھی وہان آگئے۔
اُسوقت اِس عرب کو معلوم ہوا کہ حجّاج یہی ہے۔ اُس نے فوراً حجّاج سے کہا کہ
اے شخص! ابھی جس راز کا تذکرہ کہ میرے اور تیرے درمیان تھا سوا
اللہ کے اور کسیکو کانون کان خبر نہ ہونے پائے۔ لکھا ہے کہ حجّاج اُس

دہقانی عرب سے یہ فقرہ سنکر ہنس دیا اور کچھ انعام دیکر اُسکو رخصت کیا۔
بھلا آجکل کے مسلمانون مین قدرت واختیار ہوا ور وہ مُنہ در مُنہ ایسی بات سنکر اُسکے ساتھ ایسا حسن سلوک کرسکتے ہین؟ ہرگز نہین۔

حب الوطن

دمشق کے خانہ بدوش عرب سے میسون بنت بحدل ایک کمال حسین وقبول صورت عورت تھی۔ اتفاق سے اُدھر معاویہ کی سواری گئی اور اُنھون نے میسون کو شکیلہ وجمیلہ دیکھکر اُسکے ساتھ نکاح کیا اور اپنے حرم سرا مین داخل کیا۔ ہرچند کہ اُسکو محل شاہی مین ہر طرح کا سامانِ راحت و آسائش اور عیش وعشرت کا میسّر تھا مگر وہ اپنے عزیز واقارب کی مفارقت مین افسردہ خاطر رہا کرتی تھی اور اُن ریگستان وبیابان کو یاد کرتی تھی جن مین اُسکی بود وباش رہا کرتی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ گرمی کے دنون مین خسخانے مین تنہا بیٹھی ہوئی سنگاردان کے سامنے اپنا مُنہ دیکھتی جاتی و بالون مین کنگھی کرتی اور اپنی دھن مین کہہ رہی تھی ؎

حب الوطن از ملکِ سلیمان خوشتر — خارِ وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسفؑ کہ بمصر بادشاہی میکرد — میگفت گدا بودنِ کنعان خوشتر

میرا جھونپڑا اس محل شاہی سے کہین بہتر ہے۔ میرے لئے وہان کی جو کی خشک روٹی کا ٹکڑا یہان کی الوان نعمت سے زیادہ لذیذ ہے۔ وہان کی لُو کے گرم گرم جھونکے یہان کے خسخانے اور پنکھے سے زیادہ راحت دہ ہین وہ صحرا کی باد تند و تیز کی آوازین یہان کے نغمۂ خوش آیند سے بدرجہا مرغوب ہین مجھے اپنے گھر کا کمّل یہان کے سمور و اطلس و رقاقم و سنجاب سے بہتر ہے وہان کی کہنہ و بوسیدہ چھولداری یہان کے خیام شاہی سے افضل غرضیکہ عزیزون سے وہان کا ایک ادنے گنوار اس بدمزاج و نادان بادشاہ سے جسکی مین بدقسمتی سے زوجیت مین آگئی ہون مجھے زیادہ محبوب ہوتا افسوس غریب الوطنی نے میری زندگی تلخ کردی۔

اتّفاق سے معاویہ نے اُسکا یہ کلام سُن لیا۔ اور سامنے آکر کہا کہ کیون میسون! جب تک کہ تو نے مجھے بدمزاج و نادان نہ کہہ لیا نہ چین لیا۔ اُسیوقت معاویہ نے اُسکو اُسکے والدین کے پاس اُس دشت و بیابان مین پہونچوا دیا۔

بھلا آجکل کے مسلمان بقدر حکومت و مقدرت پر اپنی معشوقہ کو یون چھوڑ دیسکتے ہین؟ ہرگز نہین! دیکھتے اور سُنتے ہین کہ یہان کے بعض بعض مسلمان جو والئ راج ریاست ہین وہ معمولی زنان داشتہ یا طوائفون کو بھی جنکے ساتھ نہ

نکاح نہ متاع ہزار ہزار بدنامیان اور رسوائیان ہوتی ہین اور روزا فزون ہورہی ہین نہین چھوڑتے اور نہ اُنکو چھوڑنا پسند کرتے ہین حیف صد حیف!

راست پسندی

عرب کی تاریخ مین اس سے بڑھکر شاید کوئی مثال نظر آئے کہ ایک دن معاویہ اپنے انیسون جلیسون کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے دو قافلے ادہر کو آتے ہوئے نظر آئے آپ نے اپنے ملازمون کو حکم دیا کہ انکو ٹھہراؤ اور انکا حال دریافت کرکے ہم سے بیان کرو۔ ملازمین گئے اور موافق حکم کے تعمیل کی اور واپس آکر بیان کیا کہ ان مین ایک تو قریشی اور دوسرا یمنی قافلہ ہے۔ آپنے قریشی کو حضور مین طلب کیا۔ اور یمنی کو باہر رہنے کا حکم دیا جب اول الذکر قافلہ سامنے آیا تو معاویہ نے اُنکی تعظیم کی اور بڑی عزت سے اپنے پاس بلاکر بیٹھنے کو کہا جب وہ آداب و قاعدے سے بیٹھ چکے تو آپنے اُنسے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ مین نے تمکو کیون حضور مین بلالیا اور یمنیون کو کیون باہر ٹھہرنے کا حکم دیا؟ اُن لوگون نے اپنی لاعلمی ظاہر کی تب معاویہ نے اُنسے کہا کہ یمنی قریشیون پر اپنی تفضیل بیان کرتے ہین خود کو افضل و برتر اور ہمکو ذلیل و حقیر خیال کرتے ہین۔ اور باطل و لغو دعوؤن سے

لوگون کو دہوکا دیتے ہین۔ پس میری خواہش ہے کہ مین کل دربار عام کرون اور اُس مین اُنکے پوچ ولچر دعوون کی دہجیان اُڑالی جائین یمنیون کی سُبکی واہانت کی جاے اور قریشیون کی تفویق وتفضیل اظہار کیجاے مگر تم لوگ اتنی بات یاد رکھنا کہ تم لوگ اُن کی کسی بات کا جواب ندینا بلکہ ہر ایک سوال کا جواب میرے اوپر محول وموقوف اور منحصر رکھنا۔ اُن لوگون نے اسبات کو منظور کیا۔ اُدہر یمنیون کو بھی معاویہ کے اِس ارادے کی خبر ہو گئی۔ چنانچہ طرماح نامی قافلہ سالار نے اپنے ہمراہیون کو مثل معاویہ کے فہمائش وہدایت کی۔

دوسرے دن جب دربار عام ہوا اور سب چھوٹے بڑے جمع ہوئے اُسوقت معاویہ اپنی جگہہ پر کھڑے ہوکر باواز بولے کہ:۔ اے صاحبو! ہم عربائے عرب سے بیشتر عربی زبان کسکی تھی؟

طرماح اپنی جگہہ سے اُٹھا اور اُس نے جواب دیا کہ اے معاویہ! وہ ہم ہین جنکی پہلے زبان عربی تھی۔

معاویہ نے پوچھا اِسکا ثبوت؟ طرماح نے کہا کہ جب عربائے عرب شہر بابل مین آئے تو اُسوقت تمام لوگون کی زبان عبرانی تھی سب عبرانی بولتے تھے

اللہ تعالیٰ نے ہمارے جدّ بزرگوار یعرب بن قحطان کو جو خاص بابل کے رہنے والے تھے زبان عربی کا الہام فرمایا سب سے پیشتر وہی عربی بولتے تھے بعد اُنکے اُنکی اولاد نسلاً بعد نسلاً اور اُنکے ہمراہ دیگر لوگ آجتک عربی بولتے آئے اور اس طرح دنیا مین زبان عربی کا رواج ہوگیا۔ پس اے معاویہ ہمین دُنیا مین عرب خالص ہین اور تم ہماری فیضان صحبت اور تعلیم سے عرب ہو۔

معاویہ یہ جواب سُنکر تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر پوچھا کہ: کیون صاحبو! عرب مین سب سے پیشتر دین اسلام کو کس قوم نے قبول کیا؟ طرماح نے جواب دیا کہ اس مین بھی ہمین نے سبقت کی۔ آپنے پوچھا کیونکر۔ اُنھون نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث برسالت فرمایا اور آپنے تمام عرباے عرب کو دعوت اسلام دی تو تم نے اور تمھارے باپ ابی صفیان اور اس قسم کے دوسرے لوگون نے آنحضرت کو دروغ گو۔ کذاب۔ نادان۔ ساحر۔ اور دیوانہ وغیرہ جانا اور اُنکی نسبت اس سے بھی سوا بیہودہ

سه جنکو اس اجمال کی زیادہ تفصیل و تصریح دریافت کرنی منظور ہو وہ ہماری کتاب جنّ اسلام عرف حمیدہ بانو ملاحظہ فرمائین۔ مینجر سلیمانی پریس۔ محلہ گاے گھاٹ شہر بنارس سے بقیمت ۱۲؍ دستیاب ہوسکتی ہین۔

باتین عوام مین مشہور ہین۔ الا ہم لوگون نے آپ کو رسول برحق جانا و مانا۔ اللہ کی وحدانیت اور آنحضرت کی رسالت بالحق پر ایمان لائے جب تم اور تمھاری قوم رسول اللہ سے بدظن و برخلاف ہوگئی تو ہمین لوگون نے آپکو پناہ دی اور اپنے پہر سک آپکی استمداد کرتے رہے یہان تک کہ اللہ نے یہ آیت۔ وَالَّذِیْنَ اوٰوا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا نازل کی۔ پس یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ہمپر بہت مہربان اور شفقت فرماتے اور اگر احیاناً ہم سے کوئی قصور بھی ہوجاتا تھا تو اُسپر خیال نہ فرماتے تھے ہمیشہ عفو و درگذر ترحم کو کام فرماتے تھے۔

مگر اے معاویہ! تم نے ایسا نہین کیا۔ بلکہ صریح رسول خدا کے خلاف کیا۔

اِسپر آپنے تھوڑی دیر تک خاموشی اختیار کی اور پھر پوچھا کہ:

کیون صاحبو! عرب مین سب سے بڑھکر فصیح الزبان کون ہوا ہے؟ طرماح نے جواب دیا کہ ہم! آپنے پوچھا کیونکر؟ اُس نے کہا کہ امرالقیس بن حجر کندی ہم مین سے تھا جسنے اپنے قصیدہ فصیح و بلیغ مین اپنی قوم کی جود و سخا کے بارہ مین لکھا ہے کہ ؎

قحط مین بھوکون کو کھانا وہ کھلاتے تے خوش صفات

فِی جِفَانٍ کَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رَاسِیَاتٍ

اب اِس سے بڑھکر فصاحت وبلاغت کا اور کیا ثبوت ہوگا کہ اِس نے نزول قرآن مجید فرقان حمید سے پیشتر ایسے ایسے واجب التعریف کلمات اپنے قصیدہ مین نظم کئے ہین جو بجنسہ مصحف پروردگار مین موجود ہین۔ یہی باعث تھا کہ رسول اللہ نے بھی اُسکی فصاحت کی تعریف فرمائی ہے۔

پھر معاویہ نے سوال کیا کہ: صاحبو! عرب مین سب سے زیادہ شجیع کون ہوا ہے؟ طرماح نے کہا کہ ہم۔ آپ نے پوچھا کیونکر؟ طرماح نے جواب دیا کہ عمرو بن معدی کرب زبیدی ہمین مین سے تھا۔ وہ ابتدا مین بحالت کفر اور آخر مین بحالت اسلام بہت بڑے شجیع و سورما گذرے ہین۔ بلکہ رسول اللہ اُنکی شجاعت کے مداح ہین۔ اسپر معاویہ نے سوال کیا کہ جسوقت وہ مقید ہوکر آئے تھے تم کہان تھے؟ طرماح نے جواب دیا کہ معاویہ! تم کو یہہ بھی معلوم ہے کہ اُنکو گرفتار کون کرلایا تھا؟ آپنے کہا کہ اُنکو حضرت علی ابن ابی طالب پکڑ لائے تھے۔ اُسوقت طرماح نے مسکراکر کہا کہ: واللہ! اگر آپ حضرت علی کی قدر جانتے اونکو پہچانتے تو یہ خلافت اُنکے حوالے کرتے۔

کبھی اپنے لئے نہ چاہتے۔ اسپر معاویہ نے بھی متبسم ہوکر کہاکہ:۔ اے یمن کی بڑھیا! تو مجھے بحث و دلیل مین بند کیا چاہتی ہے طرماح نے اسکا جواب یہ دیا کہ:۔ اے مُضر کی بڑھیا! ہان مین تجھکو مباحثے مین بند کیا چاہتا ہون اور اب اسکا بھی مجھسے جواب لے کہ یمن کی بڑھیا جناب بلقیس علیا مقام تھین جنھون نے خدا پر ایمان لاکر حضرت سلیمان ابن حضرت داؤد علیہم السلام کے ساتھ شادی کی تھی اور مُضر کی بوڑھیا تیری دادی تھی جسکے بارے مین اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک مین خبر دیتا ہے۔ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۵

لکھا ہے کہ معاویہ نے تھوڑی دیر تک توسکوت اختیار کیا اور سرنگون رہے پھر طرماح کی طرف آنکھ اُٹھاکر کہاکہ:۔ اے طرماح! خدا تجھکو اور تیرے ہمراہیون کو خیر کی جزا عطا کرے۔ تیری خرد و فہم کو ترقی بخشے۔ اور آبا و اجداد پر اپنی رحمت کاملہ مبذول فرمائے۔ اسکے بعد آپ اُسکے ساتھ الطاف شاہانہ اور نوازش خسروانہ سے پیش آئے یعنی طرماح کو خلعت عطا کی اور انعام دیکر رخصت کیا۔

اب آج اگر اس زمانے مین کسی با اختیار اہل حکومت مسلمان کو ایسا دندان

شکن جواب دیا جائے تو مین یقین کرتا ہون کہ شاید اُس بیچارے کی شامت ہی آجائے۔ گستاخی اور بے ادبی کی علت مین اُسکو اپنی جان ہی سے ہاتھ دہونا پڑے۔ اور اگر زیادہ اور کچھ نہی تو جواب دینے والے کی عزّت مین تو ضرور ہی خلل آجائے۔ نہ کہ مورد تحسین و آفرین ہونا خلعت پانا۔ انعام واکرام ملنا تو بالائے طاق ہے۔ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُسوقت تک اسلام کی تعلیم کا اثر جو اُس نے عرباء عرب کی آزاد طبیعتون پر کیا تھا زائل نہوا تھا اور اُسوقت کے مسلمان باوجود ہر طرح کی قدرت و مکنت کے راستی کی ناگوار اور کڑوی باتین جو اُنکی طبیعت اور مرضی کے خلاف کہی جاتی تھین گوارا کرتے تھے۔

حلم و معافی اور درگذر

یہ روایت شعبی سے منقول ہے کہ معاویہ نے کوفہ کے حاکم کو لکھا کہ ام الخیر بنت حریش ابن سراقہ کو ایک عزت و احترام کے ساتھ حضور مین روانہ کرو حاکم کوفہ نے حکم کی تعمیل کی جب وہ معاویہ کے پاس پہونچی۔ اُنھون نے اُسکو محل شاہی مین فروکش کیا۔ تین دن کے بعد جبکہ کسل راہ اور ماندگی سفر رفع ہوگئی اور معاویہ کے انیس و جلیس وغیرہ سب کوئی جمع ہوئے تو ام الخیر کو

بلوایا۔ اُس نے آتے ہی کہا کہ:۔ السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
معاویہ نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ مین تیری اسبات کا شکریہ ادا کرتا ہون جو
تو نے اپنی زبان سے مجھے لفظ "امیر المومنین" کے ساتھ خطاب کیا۔ اُس نے
جواب دیا کہ دنیا مین ہر چیز کا وقت معین ہے۔ آپنے کہا صحیح ہے۔ پھر ادہر اُدہر
کا تذکرہ ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد معاویہ نے اُس سے پوچھا کہ ام الخیر! تو نے
عمار یاسر کے قتل کے وقت کون سا خطبہ پڑہا تھا؟ اُس نے جواب دیا کہ
اے امیر! اگر سچ پوچھتا ہے تو مینے اس سے پیشتر نہ اسکو تیار کیا تھا اور
نہ اُسکے بعد کسیکو سنانے کا اتفاق پڑا۔ وہ چند فقرے تھے جو وفور صدمہ و الم
اور جوش رنج و غم کے باعث خود بخود طبیعت سے پیدا ہو گئے تھے جسکو
اُسوقت مینے پڑھ دیا تھا۔ وہ اِسوقت تو مجھے یاد نہین ہے۔ البتہ اگر اُسکے
سوا ے تو اور دوسرے کلام کے سننے کا اشتیاق رکھتا ہو تو بیان
کرمین تجھکو سناؤن۔

معاویہ نے اپنے جلیسون سے استفسار کیا کہ تم مین سے کسیکو اسکا وہ کلام
یاد ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ ہان کچھ تو یاد ہے۔ معاویہ کی اجازت سے
اِس شخص نے اس بلیغ و فصیح خطبہ سے کچھ پڑھا جس سے حضرت علیؑ کی

فضیلت و منقبت وغیرہ بہت ہی لیاقت و متانت کیساتھ ظاہر ہوتی تھی اور لوگون کو علی کی رفاقت و ہمراہی اور اہل شام سے جنگ و جدل کی ترغیب و تحریض نہایت ہی زور آور پر جوش الفاظ مین دلائی گئی تھی. معاویہ نے ام الخیر سے کہا کہ ان فقرون سے تیری غرض میرے قتل کے سوا اور کچھ نتھی لہذا اگر اُسکے معاوضہ مین اسوقت تجھکو جان سے مروا ڈالون تو کوئی بُری بات نہوگی؟ اس عورت بذات نے بڑی ہی دلیری سے جواب دیا کہ بخدا! مجھکو ہرگز یہ امر ناگوار نہ گذریگا کہ میری جان ایک ایسے آدمی کے ہاتھ سے جائے کہ جسکی بُرائی مین میری بھلائی ہے۔

پھر معاویہ نے اُس سے پوچھا کہ آخر عثمانؓ بن عفّان کے بارہ مین تیرا کیا خیال ہے۔

ام الخیر نے کہا کہ جسوقت لوگون نے اُنکو مسند خلافت پر بٹھایا راضی و خوشنود نظر آتے تھے اور جب اُنکو قتل کیا تو ناراض و ناخوش اور شاکی تھے۔

معاویہ نے کہا کہ اے ام الخیر! تعریف اِسی کا نام ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ اللہ شاہد ہے اور اُسی کی شہادت کافی و وافی ہے۔ میری غرض اُنکی

تحقیر سے نہین ہے بلکہ وہ ہم مسلمانون مین سابقین واوّلین سے تھے جنکو اللہ اور اُسکا رسول برحق دوست رکھتا ہے۔

پھر معاویہ نے پوچھا کہ زبیر کے بارہ مین تیرا کیسا خیال ہے؟

اُس نے جواب دیا کہ: سبحان اللہ! وہ تو رسول اللہ کے پھوپھیرے بھائی تھے اور رسول خدا کے حواریون سے تھے۔ اُنکی نسبت تو خود آنحضرت نے ناجی یا جنتی ہونے کی بشارت وشہادت دی ہے۔ پھر مین یا دوسرا کوئی مسلمان اور کیا کہہ سکتا ہے۔

پھر اُس نے کہا کہ اے معاویہ! تو قریش مین بڑا حلیم مشہور ہے مین تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہون کہ تو مجھے ایسے سوال ملال مآل سے معذور رکھ اور جو مزاج چاہے پوچھ۔

معاویہ نے اُس سے پھر کوئی بات نہ پوچھی اور اُسکو ایک رقم کثیر رخصتانہ دیکر جسطرح عزت واحترام سے بلایا تھا اُسی طرح رخصت کیا۔ یہ نشانی حلم وبردباری کی ہے۔ اِسکو معافی ودرگذر کہتے ہین۔ اگر آجکل کے کسی ذی مقدور مسلمان کو کوئی عورت یون کہدے کہ تیری شقاوت سے میری سعادت متصوّر ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ اُسکی صورت سے بیزار ہو جائے اور جو

کچھ نہ اسکے ہاتھون سے اسکے حق مین ہوجائے وہ عجب نہین۔

حلم

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اپنے وسیع دستر خوان پر تشریف رکھتے تھے اور اسوقت آپ کے ہمراہ بہت سے رئیس اور سرداران عرب وعجم بھی موجود تھے حاضرین کی خاطر طرح طرح کے لذیذ کھانے چنے جارہے تھے کہ اس اثنا مین آپ کا ایک غلام آش گرم کا بھرا ہوا پیالہ لیکر دستر خوان کی طرف چلا۔ اتفاق سے اسکا پاؤن جو لڑکھڑایا تو پیالہ آش گرم کا ہاتھون سے چھوٹ گیا اور تمام آش گرم امام کے روئے مبارک پر گرپڑی۔ حاضرین جھک پڑے اور ہاتھون ہاتھ اپنے رومالون سے حضور کا روئے انور پوچھنے اور صاف کرنے لگے۔ آپ کو تو کچھ خیال بھی نہ ہوا مگر حضار نے غلام کی طرف گرم نگاہون سے دیکھکر کہا کہ تو بڑا بے احتیاط و بے خبر ہے۔ غلام اپنے دل مین بہت ہی خائف ہوا اور حالت خوف و دہشت مین لرزان ہوکر کلام اللہ کی یہ آیت پڑھی کہ:۔ "وہ لوگ جو پی جاتے ہین غصے کو" اتنا سنتے ہی اس مصحف ناطق نے فرمایا کہ:۔ مین نے تیرے نزدیک بھی غصے کو دل سے دور کیا۔ پھر وہ بولا کہ

لوگ معاف کرتے ہین گناہ انسان کا۔ آپنے فرمایا کہ مینے عفو کیا۔ پھر اُس غلام نے باقی آیت تلاوت کی کہ:۔ اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والون کو امام نے ارشاد فرمایا کہ:۔ مینے اپنی ملک سے تجھے آزاد کیا اور تیری پوشاک وخوراک اور تیرا خرچ زندگی بھر کا اپنے اوپر قبول ومنظور کیا ؎

طمع مین دنیا کی جو دین سے گذرتے ہین عوض بدی کے بدی کرنے پر وہ مرتے ہین
بدی کے بدلے ہمیشہ وہ نیکی کرتے ہین جو لوگ صاحب معنی وطالب حق ہین

پس حلم ومعافی اور درگذر اعلیٰ ترین خصائل حسنہ سے ہین۔ باوصف اقتدار وقابو کے ایسے گنہگارون کو عفو فرماتا کہ جو عدل وانصاف کی شان مین دھبّا نہ لگاوے خدا کی خوشنودی اور اُسکی مخلوق کی رضامندی کا باعث ہے۔

یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حقیقی وتحقیقی عادل وہی ہے جو حلم وبردباری کا بھی عادی وخوگر ہو۔ بے حلم عدل بدمزہ ہے۔

حلم محمدی

ایزد تقدس وتعالیٰ اپنے دوست محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے کہ:۔ محمدؐ! گناہ بخشنے کی خصلت اختیار کرو۔ اور اسپر عمل کرو کہ

جو تمھارا گناہ کرے تم اُسکے انتقام کا قصد نہ کرو۔"

رسول اللہ نے جس روز کہ مکے کو فتح کیا تھا۔ تمام سرداران قریش بہت ہی خائف و ہراسان تھے کہ دیکھیے اب محمد ہم لوگون کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہین؟ اور کیونکر پیش آتے ہین؟ کیونکہ کفار مکہ نے وہ کون سی تکلیف و اذیت تھی جو حضور کو نہین پہونچائی تھی۔ مگر اللہ رے خلق محمدی! آپنے اُن لوگونکو حضور مین طلب فرمایا جب وہ لوگ شرم و غیرت اور ندامت زدہ۔ ڈرتے خوف کھاتے۔ مجبور و محبوس یا قیدی بنے ہوے سامنے آئے تو آپ اُنکو اس حالت سے دیکھکر بہت ہی متاثر و متاسف ہوئے اور بکمال حلم ارشاد فرمایا کہ مینے تمھاری تمام بُرائیون کو ایک دم سے معاف کیا اور تمکو آزاد کیا۔ تمھاری شرارتین معاف کین۔ اور با وصف اسکے کہ آج اللہ نے مجھکو تم لوگونپر غالب فرمایا اور تمپر مقدور کامل عطا فرمایا ہے مگر مین تم سے کوئی مزاحمت نہین کرتا۔ اور نہ سر مو تم سے انتقام لینا چاہتا ہون۔ مین نے تم لوگون کی جان بخشی کی۔ لکھا ہے کہ سب کے سب اس حلم محمدی سے بدرجۂ غایت خوش ہوئے۔

پس مسلمانون کو چاہیے کہ وہ حقیقت مین جنکے یادگار یا نام لیوا ہین اُنکے

قدم بقدم چلنے کی کوشش کرین کہ جو دوسرے دیکھنے اور سننے والون کو جیتی جاگتی نظیرین ہون۔

حلم علیؑ مرتضیٰ

حضرت علی ابن ابی طالب ایک دن جہاد مین مصروف تھے ایک زبردست پہلوان کافر سے دوچار ہوئے۔ آپنے اُسکو زیر کیا اور چاہتے تھے کہ اُسکا سر تن سے جدا کرین کہ اُس پہلوان زبردست نے اپنا مرنا یا قتل یقین کر کے بےکسی کی حالت مین اپنا لعاب دہن نکالا۔ اور وہ آپ پر پڑا۔ آپ کو غصّہ آگیا بشریت کا اقتضا تھا کہ آپ بحالت غیظ اُسکو درشتی سے قتل فرماتے۔ مگر نہین۔ آپنے ایسا نہین۔ بلکہ اُسکے سینے پر سے اُسکو چھوڑ کر اُٹھ کہڑے ہوئے اُسکو نہایت ہی حیرت و استعجاب ہوا۔ اور اُس نے استفسار کیا کہ آپنے مجھکو ایسی حالت مین جبکہ مین آپکے قبضے مین تھا اور میرا قتل کرنا آپ کے اختیار مین تھا اور بہت ہی آسان تھا۔ آپ کیون میرے سینے پر سے اُٹھ کہڑے ہوئے اور مجھکو چھوڑ دیا۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ اے شخص! جہاد محض خدا کے لئے کیا جاتا ہے۔ اِس مین مجاہد کی کوئی غرض کسی قسم کی شریک وشامل نہین رہتی۔ اور چونکہ تیری حرکت بے ادبی سے مجھکو غصہ آگیا۔ لہذا

مینے غصّے کو ضبط کیا اور تجھے چھوڑ دیا کہ مبادا تیرے قتل یا جہاد کی نیت خالص مین میرا نفس نہ شریک ہو جائے۔

حضرات! یہ معنی ہین حلم کے اور ماسوا اِسکے جو فعل کہ محض خدا کی خوشنودی کی غرض سے کیا جائے اُس مین اپنی غرض ذرا بھی نہ شریک و شامل ہونی چاہیے تب تو دینداری ہے ورنہ دنیاداری وریاکاری!

مگر افسوس صد افسوس کہ آجکل کے ہم مسلمانون نے اسکو مصلحت و حکمت عملی اور پالیسی کے نام سے تعبیر کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے کامون مین برکت اور ہمارے ارادون مین کامیابی کی صورت کمتر نظر آتی ہے۔

حرمت معشوق

اصمعی ناقل ہے کہ مین بادیۂ بنی سعد کو جا رہا تھا جب بصرہ مین پہونچا تو ان دنون وہان کا حاکم خالد بن عبداللہ قسری تھا۔ اُس سے ملاقات کی غرض سے جب مین خالد کے حضور مین پہونچا تو ایک نوجوان خوشرو و خوش وضع اور ذیشان و ذیوقار کو دیکھا کہ چند لوگ اُسکو گرفتار کر کے خالد کے روبرو لے آئے ہین اور انکا بیان ہے کہ یہ چور ہے کل شب کو میرے گھر مین گھسا تھا اور مال و اسباب کا پشتارہ باندھکر لے چلا تھا کہ جاگ ہو گئی اور ہم نے

اسکو پکڑا اور اسوقت آپکے سامنے لے آئے۔
اُس نوجوان کے بشرہ و وجاہت اور اُسکی شان وشوکت اور اُسکی وضع و قطع سے یہ ہرگز نہین معلوم ہوتا تہا کہ یہ سارق یا چور ہے۔حاکم سے لیکر تمام حاضرین دربار تک کو حیرت و استعجاب تھا کہ یہ کیسا چور اور یہ کیسی چوری ہے۔آخر حاکم نے اس سے استفسار فرمایا کہ اے جوان! یہ لوگ جو تجہپر الزام لگاتے ہین اسکے بارہ مین تو کیا کہتا ہے۔
اُسنے جواب دیا کہ یہ لوگ صحیح کہتے ہین مینے چوری کی۔خالد نے پوچھا کہ کیا تو ایماندار نہین جو تونے ایسی حرکت کی؟ اُسنے عرض کی چوری تو مین نے ضرور کی ہے اور آپ کو اختیار ہے کہ اِسکے بارہ مین مجھکو سزا دین۔
خالد نے کہا کہ اے شخص! تیری صورت اور وضع و قطع سے تو یہ نہین معلوم ہوتا کہ تو چور ہے اور تونے چوری کی۔پس مین تجھسے پوچھتا ہون کہ اگر تیرا کوئی اور معاملہ ہو تو بیان کر مین اُسکی تحقیقات کرونگا اور تیرے معاملہ مین غور کرون گا۔
اُسنے جواب دیا کہ سوائے چوری کے میرا اور کوئی معاملہ نہین ہے۔پس آپ زیادہ فکر نہ فرمائے اور مجھکو چوری کی سزا دیجئے۔

خالد نے کہا کہ تو جانتا ہے کہ شرع شریف مین چوری کی کیا سزا مقرر ہے؟
اُس نے عرض کی کہ ہان مین جانتا ہون کہ چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ خالد نے
کہا کہ مجھکو تیرے بیان سے شک گذرتا ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ آپ کوئی
شک وشبہہ نہ کرین۔ مین آپکے سامنے بیان کرتا ہون اور اتنے آدمیون
کے روبرو اقرار کرتا ہون کہ مینے چوری کی۔ مجھکو چوری کی سزا ملنی چاہیے۔
اِسپر خالد نے اُسکو اور اپنے نزدیک بُلاکر حاضرین دربار کی طرف مخاطب
ہوکر کہا کہ آپ لوگ اِسکے بیان اور اقرار کی نسبت کیا کہتے ہین؟ حاضرین
دربار نے متفق اللفظ ہوکر بیک زبان یہی کہا کہ اسکی صورت وشکل اور
انداز وقطع سے تو ہمکو بہی احتمال گذرتا ہے مگر اسکے اقرار پر کیا کہا جاسکتا ہے۔
آخر خالد نے اُسکو حوالات مین بھیجدیا اور شہر بصرہ مین منادی کرادی کہ جن کو
فلان سارق کی سزا اور اُسکے ہاتھ کا کاٹا جانا دیکھنا منظور ہو وہ کل حاضر عدالت
ہون۔ وہ جوان تو پابزنجیر کرکے حوالات مین بھیجدیا گیا اور یہان شہر بھر مین
اُسکی نسبت ایک قسم کی کھل بلی پڑگئی کہ ایسا جوان رعنا شریف الشکل کل
چوری کی علت مین سزا پائیگا اور اُسکا خوبصورت ہاتھ کاٹا جائے گا۔ جب
رات ہوئی تو نوجوان پہرے والون کو اپنے سے دور نیند مین غافل و

بے خبر سمجھکر فرط ذوق وشوق مین بولا ؎

عشق کیساتھ حیا کا ہی تقاضا ہا دی
اُنکو رسوا نہ کریگی کبھی غیرت میری
وہ نہ تاثیر محبت سے کہین گھبرائین
اُنکو مضطر نہ کرے وان یہ لنویت میری

اُسکا یہ کلام حوالات کے دربانون نے سُنا اور ہدایت کے موافق فوراً خالد کے پاس آئے اور اُسکے کلام کو حضور مین عرض کیا خالد نے اُسکو اُسیوقت اپنے پاس بُلایا اور اُس سے بات چیت کی تو اُسکو تعلیم یافتہ اور کمال مہذب وشایستہ پایا۔ اور اپنے ساتھ اُسکو کھانا کھلایا جب آب وطعام سے فرصت ہوئی تو خالد نے اُس سے کہا کہ تیرا معاملہ ہرگز سرقے کا نہین ہے اور نہ تو سارق ہے۔ کل جب مین تجھکو دربار مین طلب کرون تو چوری سے انکار کیجیو۔ شک تو مجھکو اور تمام لوگون کو ہئی ہے۔ تیرے انکار سے اُس مین اور قوت آجائیگی تاکہ تیرا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اور یون بھی تشکیک کی حالت مین حد شرع نہین قائم رہتی۔ یہ سمجھا بجھاکر اُسکو حوالات مین بھیجدیا۔ صبح کو دربار مین وہ بلوایا گیا۔ تمام شہر کے لوگ اُسکو دیکھنے آئے۔ خاصکر عورتین اور رقیق القلب اشخاص اُسکی صورت دیکھ دیکھکر روتے تھے۔ اور تاسف وافسوس تو تمام لوگ کر رہے تھے۔

خالد نے اُس نوجوان سے جو کہ چورون کی طرح پا بزنجیر سامنے کہڑا تہا سوال کیا کہ یہ لوگ (مدعی) کہتے ہین کہ تو اِنکے گھر مین گھسا اور اِنکا مال و اسباب باندھکر لے چلا تہا کہ گرفتار ہو گیا۔ تو کیا کہتا ہے۔

اُسنے جواب دیا کہ ہان یہ لوگ صحیح کہتے ہین۔ خالد نے کہا کہ اچھا وہ مال چوری کی نصاب سے کم ہوگا؟ اُس نے کہا کہ چوری کی شرع سے بہت زیادہ تھا۔ پہر خالد نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تو اس مال مین کسی حصّہ جائز کا شریک دار ہو؟ اُسنے جواب دیا کہ نہین۔ وہ کل مال اُنہین کا تھا مجھکو اُس سے کوئی واسطہ نہین۔

اُسوقت خالد نے جلاد کو حکم دیا کہ اسکا ہاتھ کاٹ ڈالو۔ جلاد نے ولایتی چھُرا نکالا اور چاہتا تھا ہاتھ کاٹے کہ اِتنے مین ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکی کوئی تیرہ چودہ برس کے عمر کی جسکے بدن پر کے کپڑے میلے اور مُنہ پر خاک ملے ہوئے تھی عورتون کی بھیڑ سے نکل آئی اور خود کو گریان و نالان اُس جوان پر گرا دیا۔ اور مُنہ پر نقاب ڈالے ہوئے ایک عرضی جسکو وہ اپنے ساتھ لائی تھی خالد کو دی۔ خالد نے جلاد کو روکا اور اُسکی عرضی پڑھی۔ لکھا تھا کہ:- اے امیر یہ سارق نہین۔ میرا عاشق زار ہے۔ اور مین بھی اسکو چاہتی ہون۔ ایک عرصے سے یہ میرے اور مین اِسکے اشتیاق و مفارقت مین مضطرب تھی۔ آخر اِسنے

میرے پاس آنا چاہا۔ ابھی یہ باہر سے صحن تک بھی نہین پہونچا تھا کہ میرے بھائی کو کھٹکا ہوا۔ اُس نے باپ کو آواز دی اور وہ دونون چراغ لیکر نکلے۔ اِس نے اس اثنا مین دو چار برتن وغیرہ جو آنگن مین پڑے تھے ہاتھ مین اُٹھا لئے اور اُنھون نے اسکو چور سمجھکر گرفتار کیا اور آپکے پاس لے آئے۔ پس اسکا یہ فعل اور آپکے سامنے اقرار محض اس غرض سے ہے میری ذلت و رسوائی نہو اور مین اپنے اور بیگانون مین حقیر و ذلیل نہون۔ اب جبکہ بے قصور اسکے ہاتھ کاٹے جانے کی باری آئی اور شہر کی تمام خلقت کو اسکا حیف و تاسف ہے تو مین کیونکر اپنے گھر مین خاموش بیٹھی رہتی؟ مجھسے ضبط و صبر نہو سکا اور خود کو جون تون کرکے یہان تک پہونچایا۔

خالد نے وہ عرضی اُسکے باپ اور بھائی کو دکھلائی۔ اور اُس نوجوان کی پیشانی کا بوسہ لیکر کہا کہ اے شخص! جو خدا کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اور اُسکے باپ سے کہا کہ اے شیخ! مین اس نوجوان کو دس ہزار درہم محض اُس انعام مین دیتا ہون کہ اُس نے تیری لڑکی کی حرمت کا پاس و لحاظ کیا بلکہ اُسپر سے اپنی آبرو اور اپنے ہاتھ کو صدقہ کرنا گوارا کیا بس میری خواہش ہے کہ تم مجھے اجازت دو کہ مین تمھاری لڑکی کا عقد اس جوان سے کردون۔ وہ لوگ حاکم کی تجویز پر راضی

ہوئے اور خالد نے اُس لڑکی کا نکاح ۱۰ ہزار درہم عطیہ کے مہر پر باندھکر روپیہ وکچھ لباس ہائے پُر تکلّف اور شیرینی وغیرہ دولہ کے گھر پر پہونچوا دی اور وہان سے براتی بیٹی والے کے گھر پر آکر دلہن کو رخصت کرا لے گئے۔ شہر بصرہ کے تمام مرد وزن بہت خوش ہوئے اور سب خوشی خوشی اپنے گھرونکو واپس گئے۔

پاکبازی وتحریم معشوقہ

یہ روایت ایک معمّر دولتمند عرب سے مروی ہے کہ مین ایک دن نماز صبح سے فارغ ہوکر ناشتہ کر رہا تھا کہ میرے ایک غلام نے ایک خط لاکر مجھے دیا مین جب ناشتہ سے فارغ ہوچکا تو مین نے اُس خط کو جو لفافہ مین بند تھا کھول کر پڑہا۔ اُس مین میری نسبت لکھا تھا کہ:- اے شیخ! خدا تمھاری عمر وتندرستی۔ اور فارغ البالی ودولتمندی کو اور ترقی بخشے۔ مین تجھسے اپنی واجب الرحم حالت پر ترحم کا امیدوار ہون

اِس گول تحریر سے مجھے یہ نہ معلوم ہوا کہ کاتب کس قسم کے ترحم کا مجھسے خواستگار ہے۔ اور نہ نویسندہ کا اُس خط مین نام تہا اور نہ کچہ پتہ نشان۔ مین بڑی دیر تک اُس خط کی نسبت غور کرتا رہا مگر صاف طور سے کوئی بات میری سمجھ مین نہ آئی آخر تھک کر مین اِس فکر سے باز آیا۔

چند روز کے بعد اُسی شخص کا پھر دوسرا خط میرے دوسرے غلام کے ہاتھ سے آیا جس مین اُسنے مجھکو لکھا تھا کہ آپ نے میرے حال زار پر رحم نہ فرمایا میرے درد دل کا کوئی علاج نہ کیا۔ اور میرے زخم جگر پر مرہم نہ لگایا ؎

بڑا اندیشہ ہے دیکھین کدہر فرقت مین جاتے ہین
خدا پہلے بلاتا ہے کہ وہ پہلے بلاتے ہین

اُسوقت مجھکو طرز تحریر سے معلوم ہوا کہ یہ کوئی حسرت نصیب عاشق ناکام ہے۔ مینے فوراً اپنے غلام کو حکم دیا کہ تو جا اور اُسکو باہر دیکھ۔ اگر ہو تو میرے پاس لے آ غلام گیا اور تھوڑی دیر مین واپس آکر اُس نے کہا کہ وہ شخص تو نہین ہے۔ مینے ہرچند تلاش کیا اُسکا کہین پتہ نہ پایا۔ مجھکو بڑی ہی حیرت ہوئی۔ آخر مینے اپنی تمام کنیزون کو اپنے سامنے طلب کیا اور سب سے اُس خط کا ماجرا بیان کر کے دریافت کیا کہ وہ کون شخص ہے؟ اور تم مین سے کسکا مشتاق و آرزومند ہے؟ اگر مجھکو معلوم ہوجائے تو مین اُس کنیز کو آزاد کر کے اُسکے ساتھ عقد کردون اور مع اسباب اُسکی مطلوبہ کے سو دینار اور مستزاد اُسکے طالب کو دونگا۔ تمام کنیزون نے انکار کیا۔ اور اپنی لاعلمی و بے خبری بیان کی۔ مین نے دل مین خیال کیا کہ شاید اُس کنیز کو جس سے یہ راز محبت علاقہ رکھتا ہے شرما حضوری

نے انکار کرادیا ہو۔ بدین لحاظ مین نے ہبہ نامہ لکھکر سو دینار ایک کیسہ مین رکھے
اور اُسکو ایک گوشہ مین رکھکر تمام کنیزون کو آگاہ و مطلع کردیا کہ تم مین سے جسکا
وہ طالب و خواستگار ہو وہ کنیز اِس ہبہ نامہ کو معہ سو کیسہٗ دینار کے بلا تکلف لیکر
اپنے عاشق کے ہمراہ چلی جاے۔ تمام کنیزین میرا یہ اذن عام سنکر وہان سے
چلی گئین اور اپنے اپنے کار متعلقہ مین مصروف ہوئین۔ مین نے خیال کیا کہ
اب امروز فردا مین وہ کنیز جو اُس کاتب کی معشوقہ ہوگی چلی جائیگی۔ مگر افسوس
کہ ایسا نہین ہوا۔ اور ایک عرصہ تک وہ میرا ہبہ نامہ اور دینار یونہین پڑا رہا۔
تب مین نے اپنے تمام غلامون اور ملازمون کو جمع کرکے ہدایت کی کہ ابکے
اگر کوئی شخص تمکو میرے لئے خط دے تو تم خط اُس سے لے لینا اور اُسکو
بھی روکے رکھنا۔ ہرگز نہ جانے دینا اور مجھکو کسی دوسرے آدمی کے ذریعہ
سے فوراً خبر دینا۔ اُن لوگون نے میرا حکم قبول کیا۔ مگر افسوس کہ ایک عرصے
تک پھر کسی شخص نے کوئی خط مجھکو نہ دیا جس سے مینے خیال کیا کہ شاید
وہ شخص اپنے خیال محبت سے باز آیا۔ یا میری طرف سے مایوس و نااُمید
ہوا۔ یا اُسکو صرف دیدار مطلوبہ سے تسکین و تشفی ہوگئی۔ غرضکہ طرح طرح
کے خیالات میرے دل مین گذرتے تھے کہ اُسکا پھر ایک تیسرا خط مجھکو

اپنے دروازے کے چوکھٹ کے اندر سے جبکہ مین مسجد سے نماز ظہر کی پڑھکر مکان
کو واپس آرہا تھا ملا۔ مینے اُسوقت ہی اپنے دروازے کے ارد گرد چوطرفہ دیکھا
مگر کوئی شخص مجھکو اس قسم کا نظر نہ آیا۔ اُس خط مین اُسنے لکھا تھا کہ:۔ فرط محبت اور
ہجوم اشتیاق مین اب دنیا سے ہماری رحلت کا زمانہ بہت ہی قریب ہے۔ اور ہماری
الفت کا تقاضا عجیب و غریب ہے۔

دنیا سے ہے قریب سفر جسکی چاہ مین
آگاہ بھی نہ حال سے وہ بے خبر ہوا

اُسکی یہ حالت معلوم کرکے مجھے اور حیرت و استعجاب کے ساتھ قلق ہوا اور
مین تاسف کرنے لگا کہ افسوس ایک بندۂ خدا کی مفت جان جاتی ہے۔
آخر حج کا زمانہ قریب آیا اور مین عرفات سے واپس چلا آرہا تہا کہ ایک نوجوان
عرب نہایت ہی وجیہہ وطرحدار مگر انتہا کا لاغر اور زار و نزار ایک ناقہ پر سوار
میرے برابر آیا اور مجھکو سلام کیا مینے سلام کا جواب دیا۔ اُسنے مجھسے سوال
کیا کہ آپ مجھے جانتے ہین؟ مینے جواب دیا کہ آپ معاف کرینگے مین آپ کو
نہین پہچان سکا۔ وہ بولا کہ مین وہی حسرت نصیب شخص ہون جس نے آپکو
تین خطوط باوقات مختلف لکھے تھے۔ مین نے اُسکو گلے سے لگا لیا اور

کہاکہ بھائی تمھارے معاملے نے تو ابتک مجھکو ایک نہایت ہی تفکر کے عالم
مین رکھا۔ اور تمھارا نام ونیز پتہ نشان نہ معلوم ہونے سے مین سخت حیرت و
پریشانی مین تھاکہ کیا کرون اور کیا نہ کرون۔ مگر الحمد للہ! کہ تم سے جامع المتفرقین
نے ملاقات کرادی۔ اب تم میرے مکان پر چلو اور اپنی مطلوبہ کو اپنے ہمراہ
جہان مزاج چاہے لیجاؤ۔ مینے اُس کنیز کو معہ سو دینار کے ہبہ کیا۔ اور انشاء اللہ
سو دینار سالانہ جب تک مین زندہ رہون گا تمکو دیا کرونگا۔ اس نوجوان عرب نے
کہاکہ بارک اللہ! خدا آپ کو اسکا اجر دے۔ مگر میری آرزو صرف اسیقدر تھی
کہ آپ کی جانب سے میرے لیئے اسکا دیکھنا جائز ہو جائے کیونکہ وہ آپ کی ملک
سے ہے۔ شارع اسلام آپ کے بلا اذن مجھے اُسکے دیدار فرحت آثار سے منع
فرماتا ہے۔ مینے کہاکہ بھائی تم میرے گھر چلو مین اُسکو متذکرہ بالا باتون کیساتھ
تم کو ہبہ کرتا اور بخشتا ہون۔ اُس نے کہاکہ اسکی مجھے ضرورت نہین مینے ہرچند
اصرار کیا مگر وہ انکار کرتا رہا اور اُسکو اپنے ہمراہ لیجانے پر نہ رضی ہوا تب مینے
اُس سے کہاکہ اگر تم اپنی معشوقہ کو اپنے ہمراہ لیجانے پر رضی نہین ہوتے تو مجبوری
ہے لیکن میرے ساتھ چلکر اُسکو ایک نظر جیسی کہ تمھاری خواہش ہے دیکھ تو لو۔
اُسنے کہاکہ مین پھر کبھی حاضر ہونگا۔ تب ناچار ہو کر مینے اُس سے سوال کیاکہ

اچھا تم اپنی معشوقہ کا نام تو بتا دو کہ مین اُسکے ساتھ حسن سلوک اور مراعات
سے پیش آتا رہون۔ اُسنے جواب دیا کہ صاحب! میری طبع ناقص اسکی
بھی متقاضی نہین۔ غرضکہ وہ جوان نہ میرے گھر آیا۔ نہ اپنی مطلوبہ کو لے گیا۔
نہ اُسکو دیکھا اور نہ اُسنے اُسکا نام بتایا۔ اور نہ پھر مینے زندگی مین اُس عرب
کو دیکھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ انتہا کا ضعیف و لاغر تو تھا ہی اُس پاکباز محبت
نے فرط غیرت سے ضبط و تحمل کو جو راہ دیا تو اُسکی جان پر بن گئی اور وہ مرگیا
حضرات! یہ اگلے ادنے مسلمانون کے عشق و محبت کا واقعہ ہے۔

ترحم۔ حلم۔ عفو۔

فرمانروایان نسل بنوامیہ سے عبد الملک ملقب بہ رشح الحجر ابن مروان نے
اپنے عہد مین حجاج گورنر کوفہ کو لکھا کہ مجھے تین کنیزین نہایت ہی حسین و پری
پیکر اور گل اندام خرید کرکے میرے پاس بھیجو قیمت یہان بشرط پسند دیدیجاویگی
حجاج نے تین کنیزین اعلی درجہ کی بادشاہون کے لائق بہت بڑی تلاش
سے بہم پہونچائین اور شاہ کو جواب مین لکھا کہ:۔ ارشاد عالی کے موافق تین
اعلی درجہ کی نہایت ہی حسین و پری پیکر اور گلبدن کنیزین حضور کے لائق تلاش
کرکے ارسال خدمت عالی کیجاتی ہین۔

پہلی اور دوسری کنیزون کی قیمت تیس تیس ہزار درہم ہے - اور تیسری کی قیمت بدین حسن وجمال اسّی ہزار درم ہین - اور اُنکے دلالون کو طلب کر کے کہاکہ تم لوگ اِن کنیزون کو خلیفہ کے حضور مین لیجاؤ تم کو ان کی قیمتین معہ انعام وہان سے مل جائینگی - دو کنیزون کے دو دلال تو لیجانے پر راضی ہو گئے مگر تیسرے دلال نے بوجہ پیرانہ سالی جانے سے معذرت کی اور کہاکہ اگر حکم ہو تو مین لڑکے کو ہمراہ کر دون - حجاج نے منظور کیا اور وہ کنیزین اُن دلّالون اور شاہی محافظون کے ہمراہ روانہ کی گئین - دن بہر کے سفر کے بعد شام کو ایک غیر آباد مقام پر قیام کیا اور سب کھاپی کر سو رہے - شاہی محافظین جو پہرہ دے رہے تھے وہ بھی سو گئے کہ اِتنے مین مکتوم نامی ایک کنیز کی جو سبسے زیادہ حسینہ وجمیلہ اور شکیلا اور بیش قیمت تھی سوتے مین بشماق (نقاب) چہرے پر سے ہٹ گئی - اُسکا روئے روشن اتفاق سے اِس بوڑھے دلال کے نوجوان بیٹے نے دیکھ لیا - دیکھتے ہی اُسکے جسم مین ایک سنسنی سی پیدا ہو گئی - اور ایک ناقابل برداشت قوت نے اُسکو ایسا مغلوب وعاجز کیاکہ وہ بے اختیار ہوا اور اپنے آپے سے گذر گیا - فوراً اُس کنیز کے پاس آیا اور اُسکو آہستہ سے جگاکر اپنی بے تابانہ حالت اور وفور اشتیاق سے اطلاع دی ؎

جگر تھامے کھڑا ہون ضبط کرنیکا نہین یارا
بتون کے عشق مین عاشق کی حالت ایسی ہوتی ہے

چونکہ وہ بھی دوشیزہ و جوان تھی اقتضائے سن وسال کے باعث بے خود ہوئی اور انجام کا خیال نہ رہا۔ اُس نے اِس سے، اتنا تو کہا کہ آج بہت بے موقع ہے کل شب کو جبکہ سوتا پڑ جاے تو میرے پاس آئیو۔ مین تیرے ساتھ بھاگ چلون گی۔ اور اُسوقت ملتوم نے اُسکی تھوڑی سی اشتعال دہ تشفی کی اور وہ وہان سے اُٹھکر اپنی جگھ پر واپس آیا۔ اور بقیہ رات اُسکی بڑے اضطرار و بے چینی اور اختر شماری مین کٹی۔ وہ اپنے بستر پر تڑپ تڑپ کر کہتا تھا ؎

پوچھتے ہین آج تم سے کروٹین لے لے کے ہم
کسطرح اے خفتگان خاک آجاتی ہے نیند ؟

یاد چشم سُرمگین مین شب کو گھبراتی ہے نیند
صورت مرغ سحر آنکھونسے اُڑجاتی ہے نیند

نیند کو بھی نیند آجاتی ہے اُسکے ہجر مین
چھوڑکر بخواب مجھکو آپ سوجاتی ہے نیند

آخر صبح ہوئی اور وہ لوگ روانہ ہوئے۔ تمام دن چلکر پھر شام کو ایک دشت مین

قیام کیا۔ اور آب و دانے سے فرصت پاکر سب سو رہے تھے۔ پاسبان بھی دن بھر کے تھکے ماندے پہرے پر تو تعینات ہوئے مگر دشت کی ٹھنڈھی ٹھنڈھی ہواؤن نے جو راحت و آرام دیا تو آنکھین جھپک گئین نیند آگئی۔ یہ عاشق جانباز وعدۂ محبوب کا منتظر آہستہ سے اپنی جگہہ سے اُٹھا اور اُسکے قریب آیا۔ وہ بھی اسکے انتظار مین چپ چاپ لیٹی ہوئی جاگ ہی رہی تھی کہ اسکو دیکھکر اُٹھ بیٹھی۔ اور چارون طرف دیکھنے لگی۔ سب کو سوتا پاکر اُس جوان کے ہمراہ چلی۔ ابھی دس قدم بھی نہ گئی ہوگی کہ اُن مین سے ایک پہرے والے کی آنکھ کھل گئی۔ اُسنے گھبراکر وہین سے آواز دی۔ جوان نے چاہا کہ فوراً دونون آگے بڑھکر گھوڑون پر سوار ہون اور نکل بھاگین مگر وہ کنیز (مکتوم) عورت ذات نازک اندام ملائم دل کی گھبرا گئی۔ اور خوف زدہ ہوکر ٹھٹک گئی کہ اتنے مین اُس پاسبان نے لپک کر دونون کو پکڑ لیا اور اپنے ساتھیون کو آواز دی سب بیدار ہوئے تو یہ واقعہ دیکھا۔

لوگون نے اُن دونون سے پوچھا کہ کیون کمبختو! یہ کیا تمھاری شامت تھی؟ کہ تم نے ایسی ناشائستہ حرکت کی۔ تم کو کچھ بھی خلیفۂ وقت یا امیر شام کا خوف نہ آیا؟ خیر چلو۔ اب جیسی تمھاری تحریر تقدیر ہوگی وہ ظہور مین آئیگی۔ مگر تم نے بہت

بُرا کیا۔ عجب کیا کہ تمھاری کھال کھینچکر بھُس بھر دیا جائے۔ وہ دونون ملزم خاموش تھے۔ غرضکہ جوان کی مشکین کس لی گئین اور پابزنجیر کرکے اُسکو وہان سے لیچلے۔
جب عبدالملک کے حضور مین پہونچے تو حجّاج کے خط کے ساتھ وہ تینون کنیزین پیش کی گئین۔ اُس نے خط کو پڑھا اور کنیزون کو دیکھا تو تیسری کو حجّاج کی تحریر کے موافق اُن دونون سے حسین و قبول صورت اور فائق تو پایا مگر غمگین واُداس اور افسردہ خاطر پاکر دریافت کیا کہ یہ راستے مین کچھ بیمار ہوگئی جو اسکا چہرہ بجائے شگفتہ کے پژمردہ ہوگیا؟ اُن لوگون نے عرض کی کہ اے امیر! جان کی امان پائین تو اسکی وجہ کہہ سُنائین۔ عبدالملک نے کہا کہ ہم نے امان دی بیان کرو اُنھون نے اُس نوجوان قیدی کو حضور مین لاکر کھڑا کیا۔ اور اُسکا معاملہ بے کم و کاست کہہ سنایا۔
عبدالملک نے اُس جوان سے پوچھا کہ:- اے شخص! تو نے جو یہہ ناشائستہ حرکت کی۔ اِس سے تیری کیا مراد تھی۔ آیا میری تحقیر مقصود تھی یا یہ فعل تجھسے اِس کنیز کی محبّت کے باعث سرزد ہوا۔؟
وہ بید کی طرح کانپ رہا تھا اور خوف و دہشت کے مارے اُسکی حالت غیر تھی۔ اُس نے ہاتھون کو جوڑ کر عرض کی کہ اے امیرالمومنین مین اپنے

پروردگار کی قدرت وجلال اور حضور کے صدق وراستی جبروت وعظمت اورشان وشوکت وغیرہ کی قسم کھاکر کہتا ہون کہ مجھسے یہ حرکت محض اِس خوش جمال وفرشتہ کش کنیز کے عشق ومحبت مین سرزد ہوئی۔ بیشک مجھسے نہایت ہی سخت گناہ لازم آیا۔ اِسکے معاوضہ مین آپ جیسی چاہین سخت سزا مجھکو دین مین حقیقت مین اُسکا مستوجب وسزاوار ہون۔

عبدالملک نے وہ تمام بیش بہا زیورات اور قیمتی پوشاکین جو اُسکے لئے پیشتر سے تیار کرائی گئی تھین معہ چند جواہرات اور اشرفیون کے اُسکو دیکر کہا کہ مینے تیرا قصور معاف کیا اور یہ کنیز معہ اِن چیزون کے تجھکو بخشتا ہون۔ وہ دونون شاہ کے اِس حلم۔ ترحم۔ اور عفو کو اپنی نسبت پاکر بہت ہی خوش ومسرور ہوئے اور دعائین دینے لگے۔ تمام حاضرین دربار مین جزاک اللہ ومرحبا کا نعرہ بلند ہوا۔

عبدالملک نے اُن دونون کنیزون کے ہمراہ مکتوم کی قیمت بھی اِنشی ہزار درم اور سب سے سوا انعام اُسکے دلال کو دلواکر خوشنود ومداح کیا۔

اِس موقع پر صاحب حیات الحیوان لکھتے ہین کہ وہ جوان اپنے ہمراہیون کے ساتھ وہان سے خوشی خوشی اپنی معشوقہ مطلوبہ کو تمام زیورات ولباس اور

زر و جواہرات کیساتھ لیکر اپنے ساتھ شہر کو چلا۔ دن بھر کے سفر کے بعد رات کو سب کے ساتھ ایک مقام پر قیام کیا جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ دونون ہم آغوش ہین مگر مردہ۔ یہ حالت دیکھکر اُن لوگون کو نہایت حیرت و استعجاب ہوا۔ اور سب اُنکی حسرت نصیبی پر رونے لگے اور آخر اُنکو وہین دفن کرکے شاہ کو خبر دی۔ وہ بھی اس سانحہ حیرت افزا کو سنکر متاسف و گریان ہوا۔ اور اُسکا تمام مال و اسباب کو فہمین اُسکے بوڑھے باپ کے پاس پہونچوا دیا۔

کیا آجکل کے ہمارے ذیقدرت و صاحب اختیار مسلمانون مین اسکی نظیر ملسکتی ہے؟ ہرگز نہین! اول تو آجکل کے مسلمانون مین قدرت و اختیار معلوم اور جو معدودے بجند مسلمان ہین بھی تو اُن مین اگلے مسلمانون کی سی یہہ خو بو کہان؟ اور نہ اُنکو (شاید) اسکی خبر ہے کہ ہمارے اسلاف و بزرگوار کے کیسے خصائل حمیدہ اور عادات محمودہ تھین کہ جنکو آج دوسری قومین ہماری ملکی اور قومی تاریخون مین دیکھ دیکھکر بڑی ہی حیرت و استعجاب ظاہر کرتی ہین اور رطب اللسان و مداح پائی جاتی ہین۔

ظلم شعار بھی داد دہش رکھتے تھے

ایک رات کا ذکر ہے کہ حجاج کو نیند نہ آئی اسنے مصاحبون سے اسکا ذکر

کیا اُنھون نے صلاح دی کہ شب کو بعد غذا کے جب آپ آرام کو جانے لگین کسی قصہ گو کو مسجد سے طلب کرلیا کیجیے۔ اُس زمانے مین آجکل کے سے دروغ گو اور کذاب داستان گو نتھے بلکہ سچے واقعات گو تھے جنکو جیتی جاگتی تواریخ کہنا چاہیے جو مسجدون مین بعد نماز مغرب کے اس غرض سے رہا کرتے تھے کہ جسکو ضرورت ہوتی وہ انکو اپنے گھر لیجاتا اُن سے سچّے واقعات کو سُنتا اور اُجورہ کے طور پر جو مزاج مین آتا اُنکو دیدیا کرتا تھا چنانچہ حجاج کے مصاحبون مین سے ایک شخص خالد عرفطہ تھا جس نے حجاج کیواسطے ایک قصّہ خوان کو تلاش کیا۔ اور وہ نماز عشا کے بعد اُسکو مسجد سے حجاج کے حضور مین لے آیا۔ حجاج نے اُس نوجوان قصّہ گو سے پوچھا کہ تو نے کلام مجید پڑھا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ ناظرہ ختم ہے اور چودہ پارون کا حافظہ ہے۔

پھر حجاج نے پوچھا کہ کوئی نظم دلکش بھی یاد ہے؟ اُسنے جواب دیا کہ عرب کا کوئی ایسا شاعر نہین ہے کہ جسکے کم و بیش اشعار مجھے نہ یاد ہون۔ پھر اُسنے دریافت کیا کہ کچھ تجھکو عرب کی شجاعت و بہادری کے بھی کارنامے و واقعات یاد ہین؟

اُس جوان نے جواب دیا کہ مین اُنکی احساب و انساب اور اُنکی بہادری و اولوالعزمی اور سخاوت و شجاعت وغیرہ کے بہتیرون واقعات و کارنامون سے واقفیت رکھتا ہون - غرضکہ جو جو فرمائشین کہ حجّاج نے اُس سے کین اُس نے اُنکو بڑی خوبی و عمدگی سے کہہ سنایا - یہان تک کہ اُسکو نیند آنے لگی - حجاج نے اُس جوان سے کہا کہ کل تو میرے مصاحب خالد سے چار ہزار درم و ایک کنیز اور ایک خچر آکر لے جائیو - اُسنے عرض کی کہ خدا حضور کو سلامت رکھے - ابھی ایک بڑے مزے کا میرا واقعہ جسکو آپ بیتی کہانی کہنا چاہیئے وہ تو باقی ہی رہی جاتی ہے - حجاج نے کہا اُسکو بھی کہہ ڈال - اُس نے عرض کی کہ اے امیر! میرا باپ ایام طفولیت مین مرگیا - میری پرورش میرے چچا نے کی - اُسکے ایک لڑکی تھی جو کمال حسین و قبول صورت تھی ایک جا رہنے کے باعث ہم دونون بڑے اتحاد و خوشی سے کھیلا کرتے تھے جب وہ سیانی ہوئی اور سن تمیز کو پہونچی تو بڑے بڑے اُمرا خاندان کے لوگ اُسکے ساتھ شادی کے خواستگار ہوئے - مین نے بھی اپنے دوستون کی معرفت اپنے نسبت کا پیام چچا تک پہونچوایا مگر اُس نے مجھکو مفلس سمجھکر صاف جواب دیا - اُسوقت

مجھکو بہت بڑا صدمہ وقلق پہونچا اور اِس خیال سے کہ میرے چچا کی بیٹی اب
میرے سوا کسی دوسرے کی زوجیت مین آجائیگی ؎

صدمہ ہوا کہ جینے سے دل سیر ہوگیا
سارا جہان آنکھون مین اندھیر ہوگیا

مین اسکے فراق مین بیمار پڑگیا تب لاچار ہوکر اُسوقت سے مینے اپنی
فطرت وچالاکی سے کام کیا۔ ایک بڑے سے گھڑے مین ریت بھر کر
اُسکے مُنہ کو مٹی سے بند کردیا۔ اور اپنی چارپائی کے نیچے زمین کھودکر گاڑدیا
اور اپنے چچا کو بُلا کر مین نے وصیت کی کہ ۔ اے عم بزرگوار اب دنیا سے
میری رحلت کا زمانہ بہت قریب آگیا ہے لہذا مین آپسے وصیّت کرتا ہون
کہ میرے اِس پلنگ کے نیچے ایک بہت بڑے گھڑے کے اندر بالکل
اشرفیان اور جواہرات بیش بہا بھرے ہوئے ہین۔ آپ میرے مرنے کے
بعد اُسکو اطمینان سے نکالکر دس غلام عنداللہ آزاد کرادیجئے۔ دس حج کرادیجیئیگا
اور دس غریب مجاہدین کو جہاد کے خاطر گھوڑے اور اسلحہ خریدوا دیجیے گا
اور ایک ہزار اشرفیان للہ تقسیم کرادیجیے گا۔ اِسکے بعد اور تمام اشرفیان
اور جواہرات آپ لوگ اپنے صرف مین لے آئیگا۔ میرا چچا اس بات سے

بہت ہی متاثر ہوا۔ اور اپنی بیوی سے یہ ذکر کیا۔ وہ اُسی وقت میرے
پاس میری بالین پر آئی۔ اور میرے سر پر دست شفقت پھیر کر کہنے لگی کہ
بیٹا! مجھکو تیرے علالت کی ذرا خبر نتھی۔ تم اپنا دل کسی طرح پر چھوٹا نہ کرو۔ یہ
کون بڑی بیماری میں بیماری ہے۔ سرگرمی سے تمھارا علاج کیا جائے گا
شافی مطلق تم کو جلد صحت عطا فرمائیگا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اُسی دن اور
اُسی وقت سے چچا چچی۔ اور میری چچیری بہن سب مجھسے بڑی محبّت
وتشفی اور دلدہی کیساتھ پیش آنے لگے اور مین روز بروز روبصحت
ہونے لگا۔ مجھے تو فراق کی بیماری اور اشتیاق کی علالت تھی مطلوبہ
کے بارہا بالین پر رہنے اور اُسکی محبّت وتسکین دہ باتون سے مرض مرجوعہ
مین افاقہ وتخفیف ہونے لگی اور مین چند روز مین اچھا ہو گیا۔ میرے
شفا وصحت یابی کی میری چچی نے جو منّت مانی تھی وہ بڑی خوشی اور
گانے بجانے کے ساتھ ادا کی گئی۔ بعد اسکے مینے اپنی چچی سے کہا کہ اب
کسی جگہ دیکھ بھال کر اپنے کفو مین میری بھی شادی کر دیجئے۔ میری چچی نے
اپنی صاحبزادی کی بنسبت کہا کہ اس مین کیا عیب ہے؟ مینے جواب دیا کہ
اِس سے بڑھکر تو میرے واسطے موزون ومناسب دوسرا کوئی

خاندان نہین ہے مگر اس سے قبل مین نے ایک دفعہ اپنے
دوستون کی معرفت چچا کو پیام دیا تھا اُنھون نے جواب صاف دیا
اسلئے اب میری جرأت نہین پڑتی کہ مین پھر اُنسے کہون چچی نے کہا کہ
مین آج خود اُن سے کہون گی اور زور دون گی دیکھون وہ کیسے
میرے کہنے کو ٹالتے اور تمھارے ساتھ شادی نامنظور کرتے
ہین ؛ اگر وہ میرا کہنا نہ مانین گے تو پھر مجھسے اُنسے اور اُن کی بیٹی سے
کوئی واسطہ نہ رہے گا۔ اور مین تمھاری شادی اپنی بہن کی بیٹی سے
کرا دون گی۔ غرضکہ اس طرح میری چچی نے میری طرفداری اور میری
وکالت پر کمر باندھی اور شب کو نہ جانے کیا کہا یا نہین کہا مگر صبح کو مجھکو
اپنے پاس بلایا اور مجھسے کہا کہ لو بیٹا! مین نے تمھارے چچا کو راضی کر دیا
اب تم اصل خیر سے کوئی اچھا دن تاریخ دیکھکر ہمکو اطلاع دو ہم
اُس روز دو بول عقد پڑھوا کر اپنے فرض سے ادا ہو جائین۔ غرضکہ
اُسی ہفتے مین میری مطلوبہ کے ساتھ شادی ہو گئی اور میری چچی نے
تمام رسومات شادی بہت ہی فراخ دلی اور دھوم دھام سے
ادا کین۔ بہت کچھ جہیز دیا اور چچا نے دس ہزار درم کی نفیس و پر تکلف

لباس و پوشاک داماد و عروسی اور بہت سی تحفہ تحائف کی چیزین شہر
کے سوداگرون سے قرض لیکر ہمکو دین اور دُلہن کو میرے گھر رخصت
کردیا۔ تین مہینے کے بعد جب حسب معمول بعد شادی بیٹی والے کو تکلیف
ہونے لگی یعنی میرے چچا سے اُن سوداگرون نے جن سے اُسنے
چیزین قرض لی تھین قیمت کا مطالبہ کیا تو اُس نے مجھسے آکر کہا کہ بیٹا!
اب سوداگر لوگ اپنا روپیہ مانگتے ہین اور تقاضا شدید کرتے
ہین۔ پس اب تم اپنا خزانہ کھولتے اور کچھ روپیہ دیتے تو بہتر تھا۔
مین نے اُنکو جواب دیا کہ سب آپ ہی کا ہے آپ لے جاےُ مجھسے
کیون پوچھتے ہین مین تو آپ کو پہلے ہی اختیار دے چکا ہون۔ مجھے تو
صرف اسقدر خرچ درکار ہے کہ جس مین میری اور آپکے صاحبزادی کی ایک
آرام سے گذر بسر ہو جاےُ۔ وہ میری اس بات سے بہت خوش ہوا اور
فوراً دو مزدورون کو باہر سے جاکر بلا لایا۔ اور اُس گھڑے کو کھدوا کر سرپوش
سمیت اپنے گھر لیگیا۔ وہان کھولکر دیکھا تو اُس مین بجاے دینار و جواہرات
کے صحرا کی ریت پائی۔ تھوڑی دیر مین میری چچی (ساس) آئی اور مجھکو
بُرا بھلا کہتی جاتی تھی اور گھر کی تمام چیزین اکٹھا کرتی جاتی تھی جب سب

ایک جگہہ جمع کر چکی تو اپنی لونڈیون کے سر پر رکھکر اپنی بیٹی (میری بی بی) کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اس دغاباز نے ہمکو فریب دیکر تمھارے ساتھ شادی کر لی اسوجہ سے اب ہم لوگ اسکو ہمیشہ کے لئے ترک کرتے اور چھوڑتے ہین اور اپنی تمام چیزین لئے جاتے ہین اگر تجھکو بھی چلنا ہے تو ہمارے ساتھ چل ورنہ اسکے ساتھ زندگی بھر فاقہ کشی کرے گی اور افلاس وادبار کی تکالیف اُٹھائے گی۔ اُس نیک بخت بی بی نے مان کو جواب دیا کہ امی جان! اب تو جو کچھ میری تقدیر مین لکھا تھا وہ ہوگیا۔ اب مین ہکو کیونکر چھوڑ سکتی ہون ؎

رہا کب دامن شوہر ہو زن سے	کہین سایہ جُدا ہوتا ہے تن سے
نہین بہتر ہے اس سے کوئی دولت	کرے عورت جو شوہر کی اطاعت

میری ساس اپنی بیٹی کا یہ جواب سنکر اُسکو بھی بُرا بھلا کہتی ہوئی وہان سے چلی گئی۔ میرے گھر کو ایسا بے سروسامان کر گئی کہ ایک کٹورہ بھی پانی پینے کو نہ چھوڑ گئی۔ صبح کو جب محلّے کے کمہار سے ایک مٹی کا لوٹا قرض لے آیا ہون تب ہم لوگون نے مُنہ ہاتھ دھویا ہے۔ تب سے مین برابر مسجدون مین گھومتا پھرتا ہون اور قصّہ خوانی اور داستان گوئی پر اب اپنی گذر بسر ہوتی ہے

حجاج نے اُسکا واقعہ سنکر خالد اپنے مصاحب کو حکم دیا کہ اِس جوان کو دس ہزار درم۔ایک غلام ایک لونڈی۔ایک اچھا سواری کو خچر۔چند نفیس قالین۔اور عمدہ عمدہ کپڑون کے تھان دیے۔اور اسکو ایک نوشتہ میرا دستخطی عطا کرکہ اسکو اسقدر درم ہر سال ملا کرین گے۔وہ جوان حجاج کو دعائین دیتا ہوا چلا۔خالد نے حکم دیا کہ کل تو آکر مجھسے ان چیزون کو لیجا۔

اب سنئے کہ وہ جوان تو یہان حجاج کی خدمت مین حاضر تھا اور یہان اُسکی وفادار بی بی اپنے شوہر کے انتظار مین دیوانہ وار گھر کی تمام انگنائی مین ٹہلتی تھی اور کہتی تھی کہ خداوندا آج میرے شوہر کو بہت رات گئی خدا جانے وہ تلاش قوت مین کہان کہان مارا پھر رہا ہی مین ایسے کھانے دانے سے باز آئی۔الٰہی تو میرے وارث کو تہیدست (بلا کھانے ہی کے) بھیجدے۔مین اُسکی صورت دیکھکر سیر و آسودہ ہو جاؤن گی۔وہ نیک بخت بی بی ابھی زیر آسمان سر کھولے اپنے ہاتھون کو بلند کئے ہوئے اللہ سے یہ دعائین مانگ رہی تھی کہ باہر سے یہ مکان مین داخل ہوا۔اِس نے

پوچھا کون ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ مین ہون۔ اُس نے اُسیوقت
خدا کا شکر ادا کیا۔ اور جلدی سے دروازہ کھولا۔ اور شوہر کو
دیکھکر کہنے لگی کہ آج تم کو باہر عرصہ لگا۔ اُس نے جواب دیا کہ
آج مین حجّاج کے پاس پہونچ گیا تھا وہان زیادہ دیر لگی۔ مگر
خدا کا شکر کر کہ خدا نے ہماری تکلیف اور عسرت پر رحم فرمایا
اور حجاج کے ہاتھ سے یہ چیزین دلوا دین جو کل انشاء اللہ میرے
ہاتھ آجائین گی۔ اِسکے بعد اُس نے وہ اپنے آگے کا بقیہ کھانا
اُسکو دیا جو اُسے وہان کھانے کے لئے ملا تھا اور اُسکے کھانے
سے بچ رہا تھا۔
یہ خبر کسی طرح اُسکے سسر کو لگ گئی وہ فوراً اُسکے پاس آیا۔ اور
اُسکو دیوانہ بتا کر شور وغل کرنے لگا۔ لوگ جمع ہوگئے اور اُس جوان
سے انواع اقسام کے سوالات کرنے لگے اور اُسکے خلل دماغ یا جنون
کی جانچ ہونے لگی۔ اب وہ ہزار کہتا ہے کہ مجھکو کوئی بیماری نہین ہے
میرے دماغ مین کوئی فتور نہین ہے۔ مین تم لوگون سے صحیح کہتا
ہون کہ مین حجاج کی خدمت مین گیا تھا وہان سے مجھکو دس ہزار درہم

ایک گھر کی خدمت کو خوبصورت لونڈی۔ ایک باہر کے کام کاج کو غلام سواری کو خچر چند نفیس قالین۔ اور عمدہ عمدہ کپڑون کے تھان وغیرہ ملنے کا حکم ہوا ہے۔ غرضکہ اُسکی ان باتون سے لوگون کو یقین ہوا کہ بیشک اسکو خلل دماغ ہوگیا ہے۔ اُسکا سسر طبیب کو بلالایا۔ اُسنے بھی چند اسی قسم کے سوال کئے اور یہی جواب پاکر تشخیص کیا کہ اسکو میراق ہوگیا ہے۔ اور اُس جوان کے پاؤن مین بیڑیان ڈال دین اور ایک حجرے مین بند کر دیا۔

جب اسنے دیکھا کہ حجاج کے نام لینے اور ان چیزون کے ذکر سے لوگ مجھکو دیوانہ و پاگل خیال کرتے ہین اور میرے ساتھ اس طرح پیش آرہے ہین تو پھر اُسنے اُن باتون کا ذکر ہی چھوڑ دیا۔ چند روز کے بعد طبیب معالج نے پھر اُس سے پوچھا کہ کیون تم حجاج کے پاس گئے تھے۔ اُسنے تمکو کون کون سی چیزین دینے کہی ہین؟ اسنے صاف انکار کر دیا۔ تب طبیب نے اسکے متعلقین سے کہا کہ اب یہ اچھا ہوگیا خلل دماغ جاتا رہا۔ مگر چندے احتیاطًا اسکے پاؤن کی بیڑیان نہ کاٹنا۔ کہ اس عرصے مین حجاج نے خالد

پوچھا کہ کیون خالد وہ قصہ گو جوان پھر تو کبھی نہین دکھلائی دیا؟ خالد نے
جواب دیا کہ وہ تو جسوقت سے آپ کے سامنے سے گیا پھر نہین آیا اور
نہ اپنی اُن چیزون کو لیگیا جنکو حضور نے اُسے مرحمت فرمایا ہے۔
حجّاج نے کہا کہ فوراً ایک آدمی کو اُسکے مکان پر بھیجکر اُسکو طلب
کرو۔ حجاج کا فرستادہ سپاہی اُس جوان کے مکان پر گیا۔ اور
اُسکو آواز دی۔ گھر مین سے اُسکا سسر نکل آیا۔ سپاہی نے کہا کہ
فلان شخص کہان ہے؟ اُسکو امیر نے طلب فرمایا ہے۔ اُسکے سسر نے
جواب دیا کہ وہ تو پاگل ہوگیا ہے اور زیر علاج ہے۔ سپاہی نے
کہا کہ ہم اسی حالت مین اُسکو لے جائین گے۔ اُسکا سسر مجبور ہوا اور
بقول شخصے: "حکم حاکم مرگ مفاجات" سپاہی اُس جوان کو اُسی
طرح پابزنجیر حجّاج کے سامنے لے گئے۔ اُسنے اُسکو سلام کیا۔
حجاج نے اُس سے پوچھا کہ کیون یہ کیا تیری حالت ہے؟ اُسنے سارا
قصہ اپنا بیان کیا اور کہا کہ اے امیر! انجام میرے آپ بیتی واقعہ
کی اُس آغاز سے کہین زیادہ تر تحیر خیز و تاسف انگیز ہے۔ حجّاج نے اُسکے
پاؤن کی بیڑیان کٹوا دین اور خالد کو حکم دیا کہ ہم نے جو کچھ اسکو دینے

کہا ہے اب اُسکا المضاعف یا دو چند دیا جائے چنانچہ وہ جوان حجاج کے یہان سے یہ مال و متاع اور نقد و جنس لیکر اپنے مکان پر آیا۔ اور سب کو جمع کر کے کہنے لگا کہ کیون! تم لوگ تو مجھکو دیوانہ و پاگل نہ کہتے تھے۔ یہ کہان سے آگیا؟ اب بتاؤ کہ تم پاگل ہو یا مین؟ سبلوگ اُس سے معذرت کرنے لگے۔ اور حکیم صاحب سے تو اسنے کہا کہ کیون صاحب آپ نے اِن لوگون کے صرف کہنے ہی پر خیال فرما کر مجھکو ایسی سخت تکلیفین دین۔ معلوم ہوا کہ آپ کو طب مین کچھ بھی دخل نہین ہے۔ آپ خلق اللہ کو مفت دھوکا دیتے اور ٹھگتے ہین۔ اب مین حجاج سے صرف دو شخصون کی شکایت کرون گا ایک تو اپنے سسر صاحب کی اور دوسرے آپکی۔ وہ دونون جوان کے مُنہ سے یہ فقرہ سنکر بہت ہی خائف ہوئے ہاتھ جوڑ کر عاجزی کرنے معافی مانگنے۔ اور گڑگڑانے لگے۔

ایک عورت کا انتقام لینا

صحائف عربی سے خبر ہے کہ ھندہ دختر نعمان اپنے عہد مین ایک کمال قبول صورت و حسین عورت تھی عرب مین اُسکے حُسن

بے مثال و جمال باکمال کا بڑا شہرہ تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک دعوت کے موقع پر چند لوگ ہند کی رعنائی و دلربائی کا تذکرہ کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ اِس زمانے مین جس خوش قسمت مرد کی وہ زوجیت مین آرے گویا اُسکو دنیا ہی مین جیتے جی بہشت عنبر سرشت کی حور مل گئی۔ ابھی یہ ذکر ہو ہی رہا تھا کہ حجاج بھی وہان آگیا کیونکہ وہ بھی مدعو تھا۔ حجاج نے صاحب سلامت کے بعد حاضرین سے استفسار کیا کہ ابھی آپ لوگ کس عورت کی خوبصورتی مین رُطب اللسان تھے؟ کسی نے جواب دیا کہ ہند بنت نعمان کے حسن و جمال کا تذکرہ تھا۔

حجاج نے اُنسے کچھ اُس حور شمائل کی نسبت گفتگو کی۔ اُنھون نے متفق الزبان ہوکر بیان کیا کہ واقعی وہ ایسی ہی حسین و قبول صورت معشوقہ ہے۔ لکھا ہے کہ حجاج کو دعوت سے واپس آکر اُسکا ایک خیال دل مین پیدا ہو گیا۔ اور دوسرے روز اُس نے اُسکے پاس اپنے عقد کا پیام بھیجا۔ اور بہت کچھ صرف و خرچ کے ساتھ کوشش کی۔ اور چونکہ زر ہمیشہ سے برآرندۂ حاجات و ضروریات

ہے بدین وجہ حجاج کا عقد ہندہ دختر نعمان کے ساتھ دو لاکھ درم کے عوض مین ہوگیا۔ چند روز تک تو ہندہ حجاج کے ساتھ اپنے میکے واقع معرہ مین رہی پھر حجاج اُسکو عراق مین لیگیا اور وہ دونون وہان رہنے سہنے لگے۔

چونکہ حجاج ایک اول درجہ کا بدخو۔ تند مزاج۔ اور غصّہ ور آدمی تھا اِس وجہ سے اُس سے اور ہندہ سے نہ بنی۔ ہندہ کو اُسکی عادات ناپسند ہوئین اور وہ اُسکی زوجیت مین ہر وقت افسردہ خاطر وملول رہتی تھی۔ ایک دن شام کے وقت وہ اپنے کمرے مین بیٹھی ہوئی سامنے آئینہ رکھے ہوئے بالون مین کنگھی کر رہی تھی اور اپنے حسب حال کہہ رہی تھی ؎

اشراف کا گذر کبھی یارب وہان نہو
اچھے بُرے کا پوچھنے والا جہان نہو

دیگر

کسے دکھاؤن ٹپکتا ہے آبلہ دل کا
خدا بُرے سے نہ ڈالے معاملہ دل کا

اتفاق سے یہ کلام اُسکا حجاج نے سن لیا۔ اور اُسکے سامنے آکر کہا کہ کیون ہندہ! روے سخن تیرا میری طرف ہے نا؟ اُس نے جواب دیا کہ :- ضرور!

یہ اقرار سنکر اُسکو اور بھی زیادہ ناگوار گذرا۔ اور اُسکو ذلیل کرنے کی غرض سے عبد اللہ ابن طاہر کی معرفت اُسکے مہر کے دو لاکھ درم اُسکے پاس بھجوا کر (خود نہین گیا) کہلا بھیجا کہ حجاج نے تجھکو طلاق دیا اور تیرے مہر کے یہ دو لاکھ درم تجھکو بھجوا دیے ہین۔ اب تیرا جہان مزاج چاہے چلی جا۔

چونکہ ہندہ جیسی خوبصورت تھی ویسی ہی خوش سیرت۔ فصیح۔ ادیب باحیا۔ حاضر جواب۔ اور اُن کو کی بھی عورت تھی۔ اِس وجہ سے اُس نے شگفتہ روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ عبد اللہ ابن طاہر کو جواب دیا کہ :- اے پیغامبر! مین تیری زبان کے صدقے! اسوقت تو نے وہ روح پرور و فرح بخش خوشخبری سنائی کہ جسکو میرا ہی دل جانتا ہے لہذا اسکے معاوضہ مین یہ دو لاکھ درم مین اپنی طرف سے تجھکو دیتی ہون کہ مین نے اُس سگ تفضی کی قید زوجیت سے نجات پائی! عبد اللہ

نے خوش ہوکر تسلیم عرض کی۔ اور اُسکی سیر چشمی و سخاوت اور علو ہمتی کی بہت کچھ تعریف و توصیف کی۔

چند روز کے بعد حجاج کے آقا عبدالملک بن مروان نے جو خاندان بنی اُمیہ سے ایک حکمران تھا اُسکے حُسن وجمال کا شہرہ سنکر اُسکے پاس اپنے نکاح کا پیاہ بھیجا۔ پہلے تو اُسنے معذرت کے طور پر انکار کیا مگر جب شاہ نے اصرار کیا تو اُسنے جواب مین عبدالملک کو لکھا کہ مین ایک شرط سے آپکے نکاح مین آسکتی ہون اور وہ شرط یہ ہے کہ: مین آپکے نکاح سے پیشتر اپنے میکے واقع معرہ سے جس محل مین کہ بیٹھکر آپ کے پاس روانہ ہون اُسکا ساربان حجاج ہو۔ شاہ نے وہ ہندہ کی تحریر حجاج کے پاس بھیجدی اور اُسپر حکم لکھدیا کہ حجاج حاکم کوفہ اسکی تعمیل کرے۔ حجاج وہان سے روانہ ہوکر معرہ مین ہندہ کے پاس پہونچا جسوقت وہ اور اُسکی لونڈیان اور غلام اپنی اپنی سواریون مین بیٹھ لئے تب حجاج اپنی پوری پوشاک سے یا برہنہ ساربانون کی طرح پیدل اونٹ کی مہار تھامے ہوئے آگے آگے روانہ ہوا چنانچہ ہندہ کی دایہ اور اُسکی لونڈیان اور غلام اُسکی یہ ذلت و خواری دیکھ دیکھکر چھیڑتی اور خفیف کرتی تھین اور وہ

چپ چاپ چلا جاتا تھا جب شاہی محل قریب تر رہگیا تب ہندہ
نے ایک دینار اپنی سواری پر سے زمین مین گرادیا۔ اور حجّاج کو آواز
دی کہ:۔ اے ساربان! ہمارا ایک درم زمین مین گرگیا ہے اُسکو اُٹھا
دے۔ اُسنے مہار روک کر دیکھا تو بجاے چاندی کے درم کے
سونے کا دینار پایا۔ جواب مین التماس کیا کہ حضور یہان درم تو نہین دینار
ہے۔ ہندہ نے کہا کہ ہان درم نہین دینار ہے۔ اُس نے دایہ کے
ہاتھ مین دیکر کہا کہ دیکھئے یہی دینار ہے۔ درم تو نہین ہے۔ اُسوقت
ہندہ نے بآواز کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میرے ہاتھ سے تو چاندی کا
سکہ گرا مگر وہ میری خوش نصیبی سے سونے کا سکّہ ہو گیا۔ اِس پتے
کی بات کو سنکر حجاج بہت خفیف ہوا اور اپنا سا مُنہ لیکر رہگیا۔

تمت

ڈاکٹر گنیش پرشاد بھارگو میونسپل کمشنر بنارس کے بنائے ہوئے نمک سلیمانی کی نسبت رائین

دربار رام پور کے سابق حکیم جناب سید محمد عبدالکریم صاحب ماہری گنج ضلع شاہ آباد سے تحریر فرماتے ہین کہ یہ خادم چند عرصہ سے عوارض معدہ میں گرفتار تھا ہر چند علاج یونانی و ڈاکٹری کئے مگر کچھ افاقہ ہوا نیز ایسی ہی مجربات آزمائے کیونکہ یہ خادم بھی بفضل الٰہی طبیب ابن طبیب ہے اور عرصہ سے مطب کرتا ہے ایک عرصہ تک ریاست رام پور مین ملازم گروہ اطبا بمشاہرہ ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار رہا بعد زمانہ حضور نواب کلب علیخاں صاحب بہادر مغفور ملازمت کو ترک کرکے صرف بطور خود مطب کر رہا ہوں مدعا اس گذارش سے خودستائی نہیں بلکہ مخلوق کی آگاہی کیواسطے یہ جملہ عرض ہوا غرضکہ باوصف خود ہی حکیم ہونے کے یہ مرض شکمی دفع نہوا۔ آپکا اشتہار پیسہ اخبار میں دیکھکر آپکے یہاں سے ایک شیشی نمک سلیمانی طلب کی اور استعمال مین لایا تھا ہنوز وہ شیشی اختتام پر نہین پہونچی کہ مرض بے حوا بد یعنی مثل کافور کے اوڑگیا۔ مجھکو الفاظ نہیں ملتے کہ میں اس نمک کی تعریف لکھوں ہاں اسقدر لکھتا ہوں کہ آپنے عجب و غریب چیز ایجاد کی پبلک کو لازم ہے کہ آپکی اس ایجاد کی قدر کرے خدا آپکو جزا جلیل عطا کرے آخر میں میں اپنے دوستوں سے سفارش کرتا ہوں کہ وہ اس نمک کو آپ سے طلب کرکے ضرور آزمائیں۔

دربار شیوہر کے حکیم جناب مولوی محمد حسن صاحب طبیب بار شیوہر ضلع مظفر پور سے تحریر فرماتے ہیں کہ مین نے امتحاناً آپ کی چند شیشیان نمک سلیمانی اپنے مریضوں کو استعمال کرائین اور ہر امراض معدہ مثل اسہال سوء ہضمی تخمہ قولنج وغیرہ میں نہایت سریع الاثر پایا۔ مین دل سے اسکے اثر اور خوبیوں کا اعتراف کرتا ہوں واقعی یہ ایجاد آپکے لئے مایۂ ناز ہے۔

ایک حلفیہ تحریر جناب منشی حبیب احمد صاحب نمبردار موضع شہید اڑہ ضلع سہارنپور سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شیشی نمک سلیمانی منگاکر استعمال کیا بربّ کعبہ مجھے چند در چند امراض لاحق تھے اب مجھکو کسی نوع کی بھی شکایت نہین ہے یہ ہر درد کی دوا ہے۔ ہر مرض کی شفا ہے براہ عنایت ایک شیشی بذریعہ ویلیو پے ایبل بھیج دیجئے۔

منشی محبوب عالم صاحب مالک و اڈیٹر روز آئینہ اخبار لاہور نے اپنے روزانہ پیسہ اخبار لاہور مطبوعہ ۸ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء مین تحریر فرماتے ہین کہ ڈاکٹر گنیش پرشاد بھارگو کا بنایا ہوا نمک سلیمانی ثقل معدہ سوء ہضمی پر متعدد بار آزمایا گیا نہایت مفید پایا کھٹی اور جلی ہوئی ڈکاروں کو رفع کر دیتا ہے غرض امراض معدہ کے لئے نہایت نافع چیز ہے جن لوگون کو کھانا ہضم نہ ہوتا ہو تو وہ کھانے کے بعد تھوڑا نمک سلیمانی کھالیا کرین۔

جناب معلی القاب دبیر الدولہ ناظم یار جنگ استاد جہاں مرزا خان صاحب فصیح الملک بہادر حضرت داغ دہلوی مقام حیدرآباد دکن سے تاریخ ۴ جون سنہ ۱۹۰۳ء کو تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے آپکا نمک سلیمانی استعمال کیا اور وہین اوصاف کیساتھ موصوف پایا جیسا کہ اشتہار مین درج ہے اور جس شخص کو دیا گیا اس نے بھی تعریف کی۔

جناب نواب معلی القاب نواب برق جنگ برق الدولہ بہادر حیدرآباد دکن سے تحریر فرماتے ہین کہ آپکے کارخانہ کا تیار کیا ہوا نمک سلیمانی استعمال کیا بدہضمی کے لئے نہایت ہی مفید ہے یہ نمک سلیمانی دس دوا کے برابر کام کرتا ہے اسکو ہر مکان مین رہنا چاہئے مہربانی ایک بوتل فوراً بھیج دیجئے۔

جناب نواب میر تہور علیخان صاحب خلف نواب منصور یار جنگ بہادر رئیس اورنگ آباد دکن سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا ایجاد کردہ نمک سلیمانی اپنے اخوی نواب میر شجاعت علی خان صاحب بہادر کے پاس سے لیکر استعمال کیا واقعی تیر بہدف پایا بیشک بہت عمدہ چیز ہے مجھے بواسیر اور قبض کو بیحد فائدہ ہوا کہ میں کچھ بیان نہیں کرسکتا ہوں مہربانی فرماکر ایک شیشی اور بھیجدیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ میں اس نمک کا استعمال رکھونگا خدا آپکے کارخانہ کو روزافزون ترقی دے۔

جناب نواب شمشیر بہادر صاحب خلف رئیس اعظم ریاست احمدگڈہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے آپکے نمک سلیمانی سے جسقدر فائدہ پہونچا ہے اسکی تعریف کیلئے الفاظ نہیں ملتے واقعی نمک سلیمانی استعمال کرتے ہی فائدہ ہوا جس سے جی خوش ہوگیا میری تعریف پر اکثر احباب نے آپ کا نمک سلیمانی طلب کیا ہے اور سب کو فائدہ مند ہوا۔ پرور دگار آپکے کارخانہ کو روز بروز ترقی عطا فرمائے درحقیقت آپ ملک پر بڑا احسان کر رہے ہیں۔

ملنے کا پتہ۔ نونہال سنگھ بھارگو مینجر کارخانہ نمک سلیمانی۔ محلہ گائے گھاٹ شہر بنارس